آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ﴿ لو تمھیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۸ | بابت ماہ جولائی ۱۹۰۹ء | نمبر ۷

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ جولائی ۱۹۰۹ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا چندہ سالانہ عوام سے عار طلبا سے عہ

مصدقہ حضرت خلیفۃ المسیح شاہی طبیب حاذق مولوی حکیم نورالدین صاحب کا مجربہ

اصلی ممیرا اور ممیرے کا سرمہ

خدا کی دی ہوئی نعمتوں میں سے آنکھیں بڑی نعمت ہیں اور آجکل کچھ ایسے اسباب پیدا ہو گئے ہیں کہ عام طور پر لوگ آنکھوں کی بیماریوں میں مبتلا ہیں نوجوانوں کو دیکھو وہ بھی عینک لگائے پھرتے ہیں اور ضعف نظر کی عام شکایت ہے۔ مینے بڑی محنت سے اصلی ممیرا جو امراض چشم کے لیئے مسلم مفید چیز ہے حاصل کیا ہے اس کے اصل ہونیکے متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے تصدیق فرمائی۔ حضرت مسیح موعودؑ کا خاندان طبی لحاظ سے بھی ایک ممتاز خاندان ہے اور اس پہلو سے بھی آپ کی تصدیق بے نظیر ہے اور علاوہ بریں حضرت خلیفۃ المسیح حکیم مولوی نورالدین سلمہ اللہ تعالی نے بھی تصدیق فرمائی ہے کہ یہ اصلی ممیرا ہے ممیرا حاصل کرنیکے بعد مینے حضرت مولوی صاحب کے مجرب اور ہزارہا مریضان چشم پر آزمائے ہوئے سرمے کے نسخے کو آپ کی ہدایت کے موافق ترکیب دیکر طیار کئے ہیں اور اب فائدہ عام کیلیئے مشتہر کرتا ہوں اور چونکہ یہ تین مختلف نسخے ہیں اس لیئے ہر ایک کی قیمت جدا جدا ہے۔

قیمت سرمہ اوّل قسم عہ/ قسم دوم ۸/ قسم سوم ۴/ فی تولہ۔ قیمت ممیرا قسم اوّل عہ/ جس کو لوگ اڑھائی سو فی تولہ فروخت کرتے ہیں۔ قسم دوم ۲/ اگر اصلی ممیرا نہ ہو تو واپس کر کے قیمت لے لو۔

علاوہ ازیں میرے پاس ہر قسم کی لنگی۔ زری ریشمی۔ پشاوری۔ سوتی۔ زرد۔ سیاہ بادامی مشہدی۔ خفری وسفید پٹکہ ٹسری (جسکو لوگ ریشمی کہتے ہیں) وغیرہ عا سے لیکر عہ روپے تک موجود ہیں۔ اور نیز کلاہ ہر قسم زری وسادہ اور ٹوپی رومی ہر قسم میرے پاس موجود ہے اور قیمت میں بالکل کوئی زیادتی نہیں دریافت کریں۔ جو چیز پسند نہ ہو۔ معقول وجہ بیان کرنے پر خریدار کو واپس کرنیکا اختیار ہے۔ خرچ آمد و رفت بذمہ خریدار۔

المشتہر:- احمد نور۔ کابلی مہاجر از قادیان۔ ضلع گورداسپور پنجاب۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام نمبر ۲

مکہ معظمہ میں اسلام کا پھیلنا

مکہ معظمہ وہ شہر ہے جہاں اسلام پیدا ہوا اور جس طور سے اسلام اس مبارک شہر میں پھیلا۔ وہ صاف ثابت کر رہا ہے کہ اسلام دنیا میں اپنی قوت قدسیہ اور اپنی سچائی کے زور سے پھیلا نہ کسی اور ذریعہ سے۔

عرب کی حالت اور خصوصاً مکہ معظمہ کی حالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے وقت ایسی تھی کہ اسلام کی قبولیت کے کوئی آثار نظر نہیں آتے تھے۔ اہل عرب بت پرستی پر ایسے جمے ہوئے تھے اور شرک کی جڑھیں عرب کی سرزمین میں ایسی گہری گڑی ہوئی تھیں کہ بنی اسرائیل کے نبی بھی اپنی قوم کے آگے اہل عرب کو بطور مثال کے پیش کرتے [illegible] انکی قوم واحد خدا کو چھوڑ کر جھوٹے معبودوں کی پرستش اختیار کرتی تو انکو ملامت کرتے کہ تم اپنے سچے خدا کو چھوڑ بیٹھے ہو حالانکہ عرب کے ریگستان کی قوم بھی [illegible] جھوٹے معبودوں پر ایسے جمے ہوئے ہیں کہ کوئی چیز انکو بت پرستی سے [illegible] سکتی۔ (یرمیاہ۔ باب ۲۔ ورس ۱۰-۱۲)

کئی انبیاء عرب کی حدود پر ظاہر ہوئے مگر انکی تعلیم کا اثر اہل عرب [illegible] کی لہر بھی دنیا کے ایک بڑے حصہ پر پھیل گئی مگر عرب کا ریگستان [illegible]

پڑوس میں واقع تھا وہ ایسا ہی خشک پڑا رہا جیسا پہلے تھا۔ سر ولیم میور اپنی کتاب لائف آف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں لکھتا ہے "اگرچہ عیسائی ۵۰۰ سال تک ملک عرب میں عیسائیت کو پھیلانے کی کوشش کرتے رہے مگر پھر بھی سوائے ایک قلیل تعداد کے کسی نے عیسائی مذہب کو قبول نہ کیا۔ یہود نے بھی اپنے مذہب کو پھیلانے کیلئے بہت کوشش کی اور انکی طاقت بھی عیسائیوں سے کہیں بڑھکر تھی مگر آخر وہ بھی تھک کر رہ گئے"۔ پھر اپنی کتاب کے دیباچہ صفحہ ۸۷ پر لکھتا ہے "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ظہور سے پہلے ملک عرب کی حالت جیسے ملکی اتحاد اور تمدنی اصلاح کے مخالف تھی ایسے ہی مذہبی اصلاح کے بھی مخالف تھی۔ عربوں کے مذہب کی بنیاد ایک نہایت ہی گہری بت پرستی پر قائم تھی جس پر شام اور مصر سے کئی حملے کئے گئے مگر ۵۰۰ سال تک اُسنے ان حملوں کا سختی سے مقابلہ کیا اور اُس میں کوئی زوال یا کمزوری کے آثار نمودار نہیں ہوئے تھے"۔ عرب کی حالت ہمیشہ سے ایسی چلی آتی تھی کہ وہاں کبھی اصلاح میں کامیابی حاصل کرنیکی کسی کو امید نہیں ہوئی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حالت اور بھی ابتر تھی چنانچہ سر ولیم میور اس امر کی شہادت دیتا ہے اور لکھتا ہے کہ "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جوانی کے زمانہ میں جزیرہ نما عرب میں آبائی مذہب پر قائم رہنے کا میلان بڑے زور کے ساتھ پایا جاتا تھا۔ اور شائد کسی پہلے زمانہ میں اصلاح کی ایسی مایوسی کی حالت نہیں تھی جیسا کہ اُسوقت تھی"۔

علاوہ ازیں اسلام ایک رنگ کی جمہوریت کی تعلیم دیتا تھا اور اسلام کے خدا کی نظر میں سب انسان ایک رنگ کی مساوات رکھتے تھے اور وہ تمام امتیاز جو قدیم سے اہل عرب میں چلا آتا تھا اسلام نے اسکو بالکل محو کر دیا تھا۔ اسلیئے عرب کے قبائل کے نزدیک اسلام ایک انقلاب پیدا کرنے والا مذہب تھا اور انکو خطرہ تھا کہ وہ عرب کی دیرینہ رسوم اور پیاری یادگاروں کو مٹا دیگا۔ اہل مکہ کو خصوصاً خطرہ تھا کیونکہ کعبہ کے بتوں کی پرستش انکے دلوں میں جاگزین تھی۔ اور کعبہ صرف مکہ والوں کیلئے بلکہ کل عرب کے لیئے موجب فخر تھا۔ وہ گھر جو پہلے واحد خدا کی پرستش کیلئے کھڑا کیا گیا تھا اب اس میں

اسقدر بُت تھے جتنے کہ سال میں دن ہوتے ہیں۔ جزیرہ نما عرب کے تمام اطراف سے لوگ جوق در جوق کعبہ کی زیارت کیلئے آتے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ قریش کو ایک خاص عزت اور اقتدار حاصل ہو گیا۔ وہ کعبہ کے بتوں کے محافظ اور چابی بردار تھے اور وہی کعبہ میں پوجا کرانے کے پروہت تھے۔ ایک دوسرا فائدہ اُن کو یہ تھا کہ کعبہ کُل جزیرہ عرب کا مذہبی مرکز ہونے کی وجہ سے تمام عرب کا تجارتی مرکز بھی ہو گیا تھا اور اسطرح کعبہ کی پوجا قائم رکھنے میں اُنکا دنیاوی فائدہ بھی تھا۔ اور وہ کعبہ کے بتوں کے قیام پر اپنا قیام منحصر سمجھتے تھے۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بت پرستی کی بیخکنی کرنا چاہتے تھے۔ اسلیئے کفار مکہ کو خوف تھا کہ اسلام کے پھیلنے سے نہ صرف ملک عرب میں اُنکا رُعب و اقتدار معدوم ہو جائیگا بلکہ اُس تجارت کو بھی نقصان پہنچیگا جسپر اُنکی معاش کا بہت کچھ انحصار تھا۔ اور اسلام کی کامیابی کے بعد اُنکی ساری عظمت جاتی رہے گی اسلیئے انہوں نے ناخنوں تک زور لگایا کہ اسلام مکہ معظمہ اور قبائل عرب میں پھیلنے نہ پائے تا قدیمی رواج قائم رہیں اور اُنکی عزت اور عظمت میں کچھ فرق نہ آئے۔ نہ صرف مذہبی لحاظ سے وہ بتوں کی حمایت کرتے تھے بلکہ اپنی دنیاوی وجاہت اور حیثیت کو قائم رکھنے کے لیئے بھی وہ اسلام کی اشاعت کو روکنا ضروری سمجھتے تھے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا تو جو لوگ سب سے پہلے آپ پر ایمان لائے وہ ایسے اشخاص تھے جو آپکے حالات سے نہایت ہی گہری واقفیت رکھتے تھے۔ آپ کی بی بی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا۔ آپ کی لڑکیاں۔ آپکا چچا زاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ اور آپکے محرم راز دوست حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ اور آپکے آزاد کردہ غلام زید رضی اللہ عنہ۔ یہ وہ لوگ تھے جو سب سے پہلے آپ پر ایمان لائے۔ حضرت ابوبکر رضؓ کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے کسی شخص کو اسلام قبول کرنیکے لیئے نہیں بلایا جس نے کچھ تامل نہ کیا ہو سوائے ابوبکر رضؓ کے کیونکہ جب میں نے اسکے آگے اسلام پیش کیا تو اس نے اسکے قبول کرنے میں کچھ دیر نہ لگائی اور

کچھ شک وشبہ نہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ کے متعلق ولیم میور لکھتا ہے کہ "جلدی سے یا جوش سے وہ کسی کام کو نہیں کرتے تھے۔ ہر ایک کام وہ سوچ سمجھکر اور اطمینان اور یقین کے ساتھ کرتے تھے۔ اُنکی رائے بڑی صائب اور انصاف پر مبنی ہوتی تھی۔ اُنکی تقریر نہایت ہی دلپذیر تھی اور اُنکے اخلاق نہایت ہی پسندیدہ اور دلکش تھے یہی وجہ تھی کہ قریش اُنکی مجلس اور مشورہ کو بہت طلب کرتے تھے اور وہ تمام شہر بھر میں ہردلعزیز تھے" (لائیف آف محمدؐ صفحہ ۵۶) ان پہلے مومنین کا ایمان جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کے محرم تھے اور علاوہ ازیں نہایت سمجھدار اور راستباز آدمی تھے اُنکا ایمان لانا اور پھر صدق دل سے ایمان لانا اور ہمیشہ جان نثار رہنا اس امر کی ایک کھلی کھلی اور زبردست شہادت ہے کہ آپکے دعویٰ کی بنا نہایت سچائی اور صداقت پر تھی۔ یہ ایسی صریح شہادت ہے کہ دشمن اسلام ولیم میور بھی اس شہادت کو تسلیم کرتا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے "یہ امر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صداقت کا بڑی زور سے مؤید ہے کہ جن لوگوں نے سب سے پہلے اسلام کو قبول کیا وہ نہ صرف راستباز لوگ تھے بلکہ آپکے محرم راز دوست یا آپکے خاندان کے لوگ تھے جو کہ آپ کی پرائیویٹ زندگی سے کامل آگاہی رکھتے تھے اور وہ اُس اختلاف سے بے خبر نہیں رہ سکتے تھے جو کہ ایک مفتری کی اندرونی اور بیرونی حالتیں لازمی طور پر ہوتا ہے۔" جن لوگوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اُنمیں آپ کا آزاد کردہ غلام زید بھی تھا۔ وہ چھوٹی عمر میں ایک لڑائی میں پکڑا گیا تھا اور حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے نے اُسکو خرید کر کے حضرت خدیجہؓ کو خدمت کیلئے دیدیا تھا۔ حضرت خدیجہؓ نے اُسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں پیش کیا۔ آپنے اُسے فوراً آزاد کردیا مگر زیدؓ آپکے حسن سلوک اور اعلیٰ اخلاق کو دیکھ کر آپ کا غلام ہوگیا اور اگرچہ اُسکے رشتہ دار اُسکا پتہ لگا کر مکہ معظمہ میں آئے اور اسکو واپس لیجانا چاہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے جانیکی اجازت دیدی مگر وہ آپ پر ایسا شیدا تھا کہ اُسنے اپنے باپ کے ساتھ اپنے وطن مالوف میں جانا گوارا نہ کیا اور آپ کا ساتھ نہ چھوڑا۔

جیسا حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ سنتے ہی آپکے دعویٰ کی تصدیق کی تھی اسی طرح ایک اور بزرگ یہ سنتے ہی کہ آپکے پاس خدا کا فرشتہ کلام الٰہی لیکر آیا ہے پکار اٹھا۔ قدوس قدوس۔ والذی نفس ورقة بیدہ لقد جاءہ الناموس الاکبر الذی کان یاتی موسیٰ وانہ لنبی ھذہ الامة کہ یہ ناموس الاکبر ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا کرتا تھا اور آپ اس اُمت کے نبی ہیں۔ یہ بزرگ ورقہ بن نوفل تھے جو یہود اور نصاریٰ کی کتابوں سے اچھی واقفیت رکھتے تھے اور اُن پیشگوئیوں کا بھی اُنکو علم تھا جو ایک آنیوالے نبی کے متعلق تھیں ورقہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کو نبوت کے درجہ کے لیئے انتخاب کیا ہے۔ آپکے پاس ناموس الاکبر آیا ہے۔ قوم آپ کی تکذیب کریگی اور آپ کو تکلیف دیگی اور آپکے ساتھ جنگ کریگی اور جب کبھی آپ جیسا نبی دنیا میں آیا تو ہمیشہ قوم نے اُسکی مخالفت کی۔ کاش کہ میں بھی اُسوقت تک زندہ رہوں اور آپکے لیئے لڑوں۔

اوّل اوّل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ تر اپنے اقارب اور آشناؤں میں دعوت شروع کی چونکہ ابتدا ہی سے سخت مخالفت شروع ہوگئی تھی اسلیئے آپ کھلے طور پر نماز ادا نہیں کرسکتے تھے اور ابتدا میں آپ اور آپکے صحابہؓ تنہا مقامات میں نماز ادا کرتے جاتے تھے۔ ایک دفعہ آپ اور حضرت علیؓ تنہائی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ابو طالب وہاں آنکلے اور پوچھا یا ابن اخی ما ھذا الدین الذی اراك تدین بہ یعنی اے میرے بھتیجے۔ یہ کیا دین ہے کہ جسپر میں تجھے چلتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھکر نہایت ہی لطف سے اپنے چچا کو مندرجہ ذیل محبت آمیز الفاظ میں تبلیغ شروع کی۔ اے عم ھذا دین اللہ ودین ملٰئکتہ ودین رسلہ ودین ابینا ابراھیم۔ بعثنی اللہ بہ رسولا الی العباد وانت اے عم احق من بذلت لہ النصیحة ودعوتہ الی الھدیٰ واحق من اجابنی علیہ واعاننی علیہ

اے میرے چچا - یہ دین ہے خدا کا - خدا کے فرشتوں کا اور خدا کے انبیاءؑ کا اور ہمارے باپ ابراہیمؑ کا - خدائے تعالیٰ نے مجھے اس دین کے ساتھ رسول بناکر دنیا کی طرف بھیجا ہے اور اے میرے چچا تو سب سے زیادہ اس بات کے لائق ہے کہ میں تجھے نصیحت کروں اور ہدایت کی طرف بلاؤں اور لوگوں میں سے تو سب سے زیادہ اس بات کے لائق ہے کہ میری دعوت کو قبول کرے اور اس کام میں میرا مددگار ہو اس پُرشفقت تبلیغ کے جواب میں ابوطالب نے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے میں اپنے آباؤ اجداد کا مذہب نہیں چھوڑ سکتا - لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم جب تک میں زندہ ہوں تجھے کوئی شخص تکلیف پہنچانے کی جرأت نہیں کر سکیگا - پھر اپنے بیٹے علیؓ کی طرف متوجہ ہوکر پوچھا کہ تیرا کیا مذہب ہے - علیؓ نے جواب دیا کہ اے میرے باپ - میں اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول پر ایمان لایا ہوں اور اُسکی اتباع کرتا ہوں - اسپر ابوطالب نے کہا اما انه لم یدعك الا الی الخیر فالزمه - یعنی مجھے یقین ہے کہ وہ تجھے نیکی کی طرف بلائیگا پس تجھے اجازت ہے تو اسکی اتباع کر - ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابوطالب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا یقین تھا اسی لیئے اُس نے بیٹے کو اجازت دی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے مگر خود اپنے آبائی مذہب کا چھوڑنا پسند نہ کیا اسلیئے نہیں کہ وہ اس مذہب کو سچا سمجھتا تھا بلکہ اسلیئے کہ وہ اُسکے باپ دادوں کا مذہب تھا اور اس میں وہ اپنی ہتک سمجھتا تھا کہ آبائی مذہب کو چھوڑ کر لوگوں کی ملامت کا نشانہ بنے -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تبلیغ کا کام برابر جاری رکھا اور ان لوگوں کے بعد جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے حضرت عثمانؓ بن عفان جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیسرے خلیفے تھے - عبد الرحمٰن بن عوف - سعد ابن ابی وقاص فاتح ایران حضرت خدیجہؓ کا برادر زادہ حضرت زبیرؓ اور طلحہ مسلمان ہوئے - پہلے تین سال کے عرصہ میں ان اشخاص نے برملا اسلام قبول کیا اور جن کے ناموں کا پتہ لگ سکتا ہے انکی تعداد چالیس کے قریب ہے - ممکن ہے کہ اصل تعداد اس سے زیادہ ہو مگر چالیس

سے قریب آدمیوں کے اسلام قبول کرنے کا ذکر بالصراحت پایا جاتا ہے۔

کفار کی طرف سے ایذارسانی ابتدا ہی سے شروع ہو گئی تھی۔ چنانچہ اوّل اوّل مسلمان کھلے طور پر نماز بھی ادا نہیں کر سکتے تھے۔ اور کفار کے خوف کی وجہ سے پہاڑیوں کی کھڈوں اور وادیوں میں جاکر نماز ادا کرتے تھے۔ بعدازاں غالبًا بعثت کے چوتھے سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت ایک صحابی ارقمؓ کے مکان میں جو کعبہ کے قریب تھا دروازہ بند کرکے نماز پڑھنے لگے۔ اور اسی مکان میں لوگ جاکر اسلام قبول کرتے اور اسلامی تعلیم کو سنتے۔ اسی جگہ صحابہؓ جمع ہوتے تھے یہانتک کہ بعثت کے چھٹے سال کے اختتام کے قریب حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا۔

اسلام کی روزافزوں کامیابی دیکھ کر کفار خوف زدہ ہو گئے اور انہوں نے باقاعدہ طور پر مسلمانوں کو ستانا اور طرح طرح کا عذاب دینا شروع کیا۔ اُس زمانہ میں کوئی سلطنت نہیں تھی جو مسلمانوں کی جانوں کی حفاظت کرتی۔ اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ پر سخت ظلم کیے گئے خصوصًا اُن غریب مسلمانوں پر جنکا کوئی مربی یا محافظ یا زبردست قبیلہ نہیں تھا جو اُنکی حمایت کرے۔ اور اکثر مسلمان اسی قسم کے لوگ تھے کئی مسلمان غلامی کی حالت میں تھے اور اُنکے مالک اُنکو ناقابل برداشت تکالیف پہنچاتے۔ غریب مسلمانوں کو کفار پکڑتے اور قید میں ڈال دیتے یا جب سورج نصف النہار پر ہوتا اُنکو لیجاکر وادیوں کے جلتے ہوئے سنگریزوں اور جلانے والی ریت پر لٹا دیتے اور پیاس سے اُنکی زبانیں باہر آجاتیں اور ایسے بیہوش ہو جاتے کہ نہیں جانتے تھے کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں۔ اور اُن کے سینوں پر تپتی ہوئی پتھر کی بھاری بھاری سلیں رکھی جاتیں۔ بعض اپنی جان بچانے کیلئے بظاہر اسلام سے انکار بھی کر دیتے مگر اکثر باوجود ان تکالیف کے اسلام پر قائم رہتے کس قدر سخت سخت تکالیف مسلمانوں کو دیجاتیں اور کیسی استقامت سے بیچارے مسلمان ان ظلموں کو برداشت کرتے یہ حضرت بلالؓ کے قصہ سے بخوبی واضح ہوتا ہے۔ حضرت بلالؓ کو اُنکا مالک اُمیہ بن خلف ہر روز بطحا میں لیجاتا جبکہ سخت گرمی کا وقت ہوتا

اور انکو جلتی ہوئی ریت اور سنگریزوں پر لٹا کر اور انکا منہ سورج کی طرف کر کے انکے سینے پر ایک بھاری پتھر رکھدیتا اور کہتا کہ تو اسی حالت میں پڑا رہیگا یہانتک کہ تو اسلام سے انکار کرے مگر حضرت بلال رضؓ کی استقامت دیکھیئے کہ جب بھاری پتھر کی وجہ سے انکا دم گھٹا ہوا ہوتا تھا اور سخت پیاس سے مر رہے ہوتے تھے وہ یہی جواب دیتے تھے کہ اَحَدٌ اَحَدٌ یعنی ایک ہی خدا ہے ایک ہی ہے ظالم کئی دن تک لگاتار ایسا ہی کرتا رہا یہانتک کہ وہ موت کے کنارہ پر پہنچ گئے۔ آخر حضرت ابو بکر رضؓ نے اُن کو خرید کر اُس ظالم کے پنجہ سے انکو نجات دی۔ حضرت ابو بکر رضؓ نے اور بھی کئی غلاموں کو خرید کر طرح طرح کی تکالیف سے انکو مخلصی دی۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم دوسری نسل کے لوگوں کو اُن زخموں کے نشان دکھایا کرتے تھے جو اُن کو مکہ کی زندگی میں ظالم کفار کے ہاتھ سے پہنچے۔

بعض مسلمان ظالم قریش کے ہاتھ سے دُکھ اُٹھا اُٹھا کر شہید بھی ہو گئے۔ ابو جہل نے حضرت عمار رضؓ کی والدہ سمیہؓ کو ایسی تکلیف دی جس سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اُس بیچاری کے اندام نہانی میں برچھے مارے مگر اُس بہادر مظلومہ کی استقامت حیرت انگیز ہے کہ اُسنے اس ہیبتناک قتل کو منظور کیا مگر اسلام سے منہ نہ پھیرا۔ حضرت عمار رضؓ کے والد یاسرؓ بھی اسی طرح سخت تکلیف کے ساتھ شہید کیئے گئے۔ اور خود حضرت عمار رضؓ کو بھی خوفناک تکالیف دی گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان تکالیف کا مشاہدہ کرتے اور جو دُکھ آپ کو اپنے صحابہ رضؓ کی تکلیف دیکھ کر پہنچتا تھا اُسکا اندازہ کرنا مشکل ہے۔

اوّل اوّل ایسے صحابہؓ جو زبردست قبیلوں سے تعلق رکھتے تھے اپنے قبائل کی عصبیت کی وجہ سے اُن تکالیف سے محفوظ رہے جو اکثر مسلمانوں پر وارد ہوئیں جنکا کسی طاقتور قبیلے سے تعلق نہ تھا لیکن جب کفار نے دیکھا کہ اسلام روز بروز ترقی کر رہا ہے تو انہوں نے زیادہ سخت تجاویز سے کام لینا شروع کیا اور چونکہ بعض مسلمان اپنی اپنی قوم کی حمایت کی وجہ سے ایک حد تک محفوظ تھے اس لیئے آئندہ

بالاتفاق یہ تجویز ہوئی کہ ہر ایک قبیلہ اپنے اپنے رشتہ داروں کو اسلام قبول کرنے سے روکے اور اپنے اپنے رشتہ کے مسلمانوں کو طرح طرح کی تکالیف پہنچا کر انکو اسلام سے پھیرے۔ اور اسی طرح ہر ایک خاندان اپنے اپنے دائرہ کے اندر اسلام کی بیخ کنی کرے اس نئی تجویز کے مطابق ہر ایک قبیلہ نے اپنے اپنے دائرہ کے مسلمانوں کو ستانا شروع کیا اور اپنے سرداروں کی اولاد تک کو نہ چھوڑا چنانچہ ولیم میور شہادت دیتا ہے کہ جب بنی مخزوم نے یہ فیصلہ کیا کہ اپنے قبیلہ کے مسلمانوں کو سزائیں دیں ان مسلمانوں میں انکے بوڑھے سردار کا بیٹا ولید بھی تھا۔ وہ اُسکے بھائی ہشام کے پاس گئے اور اُس سے اجازت چاہی۔ ہشام اسلام کا ایسا سخت دشمن تھا کہ اُسنے اجازت دیدی کہ اُسکے حقیقی بھائی کو اسلام قبول کرنے کی وجہ سے پیٹا جائے یہانتک کہ وہ اسلام سے باز آجائے صرف اتنی شرط لگائی کہ اسکو جان سے نہ مارا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے ممتاز خادم جیسے حضرت ابوبکرؓ بھی کفار کی ایذاءرسانی سے نہ بچے۔ آپ اپنے مکان پر بلند آواز سے قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے جس کی کشش سے کئی لوگ آپکے پاس آکر قرآن شریف سنتے اور اُس سے متاثر ہوکر کئی اسلام کو قبول کرتے۔ کفار اس بات کو برداشت نہ کرسکے اور فساد پر آمادہ ہوگئے اور کہا کہ یہاں سے چلے جاؤ ورنہ قتل کیئے جاؤ گے۔ آپنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کیا اور چونکہ جان خطرہ میں تھی اسلیئے آنحضرت صلی اللہ وسلم نے اُن کو مکہ معظمہ سے چلا جانیکی اجازت دیدی حضرت ابوبکر شہر سے نکل گئے۔ پھرتے پھرتے ایک قبیلہ عرب کے سردار سے انکی ملاقات ہوئی جسپر کہ انہوں نے پہلے ایک احسان کیا تھا۔ جب اُسکو آپکے مکہ سے نکلنے کا حال معلوم ہوا تو اُسنے سخت تعجب کیا اور کہا کہ میں نہیں مان سکتا کہ آپ جیسے انسان کو اہل مکہ شہر سے نکال دیں اور وہ آپ کو واپس مکہ میں لایا۔ چونکہ وہ ایک زبردست جتھے کا انسان تھا قریش کے لیئے اُسکی بات کا رد کرنا آسان نہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم ابوبکرؓ کو اس شرط پر رہنے کی اجازت دیتے ہیں کہ وہ قرآن شریف بلند آواز سے نہ پڑھے حضرت

ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں اس شرط کو منظور نہیں کر سکتا۔ مگر چونکہ سردار مذکور ایک طاقتور شخص تھا اور اس نے زور دیا کہ حضرت ابوبکرؓ کو مکہ میں رہنے سے روکنا نہ چاہیئے اسلیئے آخر قریش کو لاچار منظور کرنا پڑا مگر پھر بھی حضرت ابوبکرؓ اس ایذا رسانی سے کلی طور پر محفوظ نہ تھے جو مکہ کے مسلمانوں کو قریش کی طرف سے برداشت کرنی پڑتی تھی۔

اگرچہ ابوطالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حامی تھا مگر پھر بھی آپ دشمنوں کی تکلیف دہی سے بالکل محفوظ نہ تھے۔ کفار کی ایذا رسانی صرف الفاظ تک ہی محدود نہ تھی بلکہ وہ حقیقی تکلیف پہنچانے سے بھی باز نہیں رہتے تھے۔ کعبہ میں آپکو عبادت کرنے سے روکتے اور جدھر آپ تشریف لیجاتے آپ کا تعاقب کرتے۔ نماز میں جب آپ سجدہ میں جاتے غلاظت کے بوجھ آپ کی پشت مبارک پر رکھتے بدچلنوں اور گنڈوں کو ایذا رسانی کیلیئے اکساتے بعض دفعہ آپکی جان بھی خطرہ میں ہوجاتی۔ ایک دفعہ آپ طواف کعبہ کر رہے تھے کہ قریش کی ایک جماعت آپکو تنہا پاکر یک لخت آپ پر اکٹھے ہو کر ٹوٹ پڑی اور آپکی چادر کو پکڑ کر گلا گھونٹنا چاہا۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ اتفاق سے وہاں آنکلے آپنے انکو ڈانٹ کر کہا کہ اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللّٰہ کیا تم ایک آدمی کو اسلیئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللّٰہ ہے۔ تب وہ لوگ منتشر ہو گئے۔ حضرت امیر حمزہؓ کے برملا اسلام ظاہر کرنے کا باعث بھی یہی ایذا رسانی ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز صفا پر بیٹھے تھے کہ ظالم ابوجہل وہاں جا نکلا اور آپ کو نہایت شرمناک گالیاں دیں۔ آپنے نہایت صبر سے اسکی بدزبانی کو سُنا اور برداشت کیا اور خاموش ہو رہے۔ ایک لونڈی اس واقعہ کو دیکھ رہی تھی۔ ابوجہل کی سختی اور آپ کی بُردباری دیکھ کر اُسکا دل بھر آیا۔ آپنے تو کسی کے پاس اس امر کا ذکر نہ کیا مگر اس لونڈی نے حضرت حمزہؓ کے پاس جو شکار سے واپس آرہے تھے بیان کیا کہ ابوجہل نے آج تیرے بھتیجے کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے۔ حضرت حمزہؓ کی غیرت کب ایسی ہتک کو برداشت کر سکتی تھی۔ سیدھے ابوجہل کے پاس آئے جو ایک جماعت کے ساتھ کعبہ میں بیٹھا ہوا تھا

اور اُس کے سر پر اپنی کمان ایسے زور سے ماری کہ اُس کا سر زخمی ہو گیا اور کہا۔ تشتمه فانا علی دینه اقول مایقول فرد ذٰلک علیّ ان استطعت کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا رہا ہے جبکہ میں بھی آپ کا پیرو ہوں۔ اگر تجھے جرأت ہے تو میرے اس حملہ کا جواب دے اسکے بعد آپ برملا مسلمان ہو گئے اور اسلام کے بہادر پہلوانوں میں سے تھے۔

حضرت عمرؓ بھی اسلام لانے سے پہلے مسلمانوں کے سخت دشمن تھے۔ ایک دن تلوار ہاتھ میں لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قتل کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ مگر پیشتر اس کے کہ وہ اپنی تلوار چلائیں ایک اور تلوار آپ کا کام کر گئی۔ خدائے تعالیٰ نے اپنا ہاتھ دکھایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسا معجزہ ظاہر ہوا کہ وہ جو تلوار لے کر قتل کے ارادہ سے روانہ ہوا تھا وہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو مسلمان ہو کر پہنچا۔ وہ کونسی چیز تھی جس نے ایک لمحہ میں ایک خونخوار قاتل کو جان نثار خادم بنا دیا۔ وہ قرآن شریف تھا جس نے حضرت عمرؓ میں حیرت انگیز معجزانہ تغیر پیدا کیا۔ حضرت عمرؓ تلوار لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جا رہے تھے تو راستے میں ایک شخص نے اُنسے کہا کہ تو پہلے اپنے گھر کی تو خبر لے۔ تیری بہن اور تیرا بہنوئی دونو اُس شخص کے پیرو ہو چکے ہیں جسکے قتل کرنیکے لیئے تو جا رہا ہے اسپر حضرت عمرؓ کا غصہ بھڑکا اور وہ سیدھے اپنی بہن کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ اُس گھر میں حضرت خبابؓ سورہ طٰہٰ۔ گھر والوں کو سنا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت خبابؓ اُنکے ڈر سے چھپ گئے۔ حضرت عمرؓ گھر میں داخل ہوئے۔ قرآن شریف کے پڑھنے کی آواز تو وہ سُن ہی چکے تھے جب اُنکو اس خبر کی تصدیق ہو گئی جو انہوں نے راستہ میں سنی تھی۔ انہوں نے اپنے بہنوئی پر حملہ کیا۔ اُنکی ہمشیرہ نے اپنے خاوند کے بچانے کیلیئے مداخلت کی۔ اس کشمکش میں اُنکی ہمشیرہ کو زخم لگ گیا اور خون بہنے لگا۔ آخر وہ بھی حضرت عمرؓ کی ہمشیرہ تھیں۔ جواب دیا۔ ہاں ہم مسلمان ہو چکے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول پر ایمان لائے ہیں۔ اب جو

کچھ تُو نے کرنا ہے کرلے۔ اپنی ہمشیرہ کا چہرہ خون سے آلودہ دیکھکر حضرت عمرؓ کا دل نرم ہوگیا اور پوچھا کہ وہ کاغذ کہاں ہے جو تم پڑھ رہے تھے۔ اُنکی ہمشیرہ نے جواب دیا۔ کہ تم مشرک ہو۔ تمھارے ہاتھ ناپاک ہیں۔ ناپاک ہاتھ اُس صحیفہ کو چھو نہیں سکتے غسل کرو پھر تم اُس کاغذ کو دیکھ سکتے ہو۔ حضرت عمرؓ نے غسل کیا۔ اُنکی ہمشیرہ نے صحیفہ نکال کر دکھایا۔ حضرت عمرؓ نے اُس صحیفہ کو پڑھنا شروع کیا اور اُس صحیفہ نے آپکے دل کو مسخر کرنا شروع کیا۔ جب آپ سورہ طٰہٰ کا ایک حصہ پڑھ چکے تو بول اُٹھے۔ کہ یہ کلام کیسا احسن اور اکرم ہے۔ یہ سنکر حضرت خباب بھی باہر نکل آئے۔ حضرت عمرؓ سیدھے ارقمؓ کے مکان پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے مسلمان کفار کے خوف سے دروازہ بند کئے بیٹھے تھے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت حمزہؓ اور دیگر صحابہؓ نے بند دروازہ میں جھانک کر دیکھا تو چونک کر پیچھے ہٹ گئے اور بولے کہ یہ عمر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ دروازہ کھولدو اور جب حضرت عمرؓ داخل ہوئے تو آپنے اُنکا دامن اور تلوار کی پیٹی پکڑ کر فرمایا کہ تو کب تک ہمیں ستائیگا۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا "میں شہادت دیتا ہوں کہ تُو خدا کا رسول ہے"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے کہ اے خدا دو عمروں میں سے (یعنی ابو جہل جسکا نام عمر تھا اور عمر بن خطاب میں سے جو دونوں مسلمانوں سے دشمنی رکھتے تھے) ایک عمر مجھے دے۔ سو خدائے تعالیٰ نے آپکی دعا کو قبول کیا اور یہ آپ کی دعا کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمرؓ معجزانہ رنگ میں ایمان لائے۔ دعا کی اس قبولیت کو دیکھکر سب مسلمانوں کا ایمان بڑھا اور اُس دن سے مسلمان کھلے طور پر نماز ادا کرنے لگے۔

جب مسلمان ہر رنگ میں ستائے جا رہے تھے اور جب دشمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں تُلا ہوا تھا۔ آپ خدائے تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں استقامت سے تبلیغ میں مصروف تھے۔ نہ صرف آپ فرداً فرداً لوگوں کو تبلیغ کرتے بلکہ اپنا پیغام پہنچانیکے لیے ہر مجمع میں تشریف لیجاتے۔ خدائے تعالیٰ کی طرف سے آپ کو حکم تھا فاصدع بما تؤمر یعنی جو کچھ تجھے حکم ہوتا ہے اُسکو کھولکر بیان کر اور آپ اپنے فرض کی ادائیگی

میں ہمہ تن مصروف رہتے۔ ہر ایک موقع تبلیغ کا جو آپ کو ملتا آپ اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے۔ جب قریش کعبہ کے صحن میں اکٹھے ہوکر بیٹھتے آپ اُنکو آنیوالے عذاب سے ڈراتے اور جو عذاب دوسری قوموں پر انبیاء کی تکذیب اور اُنکے مقابلہ کی وجہ سے نازل ہوئے تھے اُنسے ڈراتے اور اُنکو خدائے واحد کی عبادت کی طرف بلاتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح اُنکے بتوں اور جھوٹے معبودوں کی پرستش سے انکو روکتے۔ جب آپکو حکم ہوا کہ وانذر عشیرتك الاقربین۔ یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں کو عذاب سے اور کفر و شرک کے بدنتائج سے ڈرا۔ تو آپ صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہوگئے اور مختلف قبیلوں کے نام لے لیکر بلانا اور انا النذیر العریان کہکر پکارنا شروع کیا عرب میں رسم تھی کہ جب کوئی خطرناک مصیبت یا خوفناک دشمن کسی شہر پر حملہ کرنیوالا ہوتا تو جس شخص کو اس آنے والی مصیبت یا حملہ آور دشمن کا پتہ لگ جاتا تو وہ اپنے کپڑے اتار اونٹنی پر سوار ہو کر دوڑتا اور اُسکا ننگا ہونا اس امر کی علامت تھی کہ کوئی غیر معمولی مصیبت شہر پر وارد ہونیوالی ہے۔ اسی رسم کی طرف اشارہ کرکے آپنے پکارنا شروع کیا انا النذیر العریان یعنی میں ایک سخت اور خطرناک مصیبت سے تمھیں ڈراتا ہوں جب اس للکار کو سنکر سب لوگ پہاڑی کے نیچے جمع ہوگئے تو آپنے فرمایا اگر میں تمھیں خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر عظیم ہے جو عنقریب تمھارے شہر پر حملہ کرکے تمھیں تباہ کردیگا تو کیا تم میری بات پر یقین کروگے یا نہیں۔ سبنے کہا ماجربنا فیك الکذب یعنی ہم نے تیری ساری عمر میں کبھی تجھے خلاف واقعہ بات کہتے ہوئے نہیں سنا۔ تو ہمیشہ سچ بولتا ہے۔ اسپر آپنے اُنکو اس عذاب سے ڈرایا جو انپر آنیوالا تھا اور جس سے وہ اپنے نبی کو قبول کرکے بچ سکتے تھے۔ اسپر ابولہب نے جو آپ کا چچا تھا ایک پتھر اُٹھایا اور کہا تبالك الھذا دعوتنا سائر الیوم کیا اسی بات کیلئے تو نے ہم سب کو جمع کیا تھا۔ دیکھیے کیسی جانفشانی سے اور کن کن تجاویز سے باوجود شدت عداوت اہل مکہ کے اپنے پیغام کو لوگوں تک پہنچاتے تھے۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ آپ نہایت ہی رحیم کریم انسان تھے اور وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح اُنکی قوم اپنے نبی کو قبول کرکے اس عذاب سے بچ جائے جو

انبیاءؑ کے مخالفوں پر ہمیشہ آیا کرتا ہے۔

بڑا ہتھیار جو آپ استعمال فرماتے تھے وہ قرآن مجید تھا۔ آپ اور آپ کے اتباع تبلیغ کے وقت اکثر قرآن شریف پڑھ کر لوگوں کو سناتے۔ جب شاعروں کا کہیں مجمع ہوتا تو آپ انکی انجمن مشاعرہ میں جا نکلتے اور قرآن شریف سناتے۔ جب لوگ شادی کی تقریب پر جمع ہوتے آپ وہاں بھی تبلیغ کی نیت سے تشریف لیجاتے۔ بعض اوقات خود لوگوں کو دعوت کر کے دعوت کے بہانے سے انکو اسلام کی تبلیغ فرماتے۔ جب اطراف کے لوگ حج کیلئے۔ یا تجارت کے لیئے یا اپنے قومی نزاعوں کے فیصلہ کیلئے مکہ میں آتے آپ انکے پاس بھی تبلیغ امر الٰہی کے لیئے تشریف لیجاتے۔ مگر قریش یہاں بھی جہانتک انسے بن پڑتا تھا آپ کو تبلیغ سے روکتے۔ جب حج کا موسم آتا اور لوگ آنے شروع ہوتے تو کفار مختلف راستوں پر آدمیوں کو کھڑا کر دیتے جو آنیوالے لوگوں کو کہتے خبردار محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نہ ملنا اور نہ اسکی بات کو سننا۔ وہ خطرناک جادوگر ہے۔ جب آپ مختلف قبائل میں تبلیغ کیلئے تشریف لیجاتے تو ابولہب آپکے پیچھے پیچھے ہو لیتا اور جب آپ لوگوں کو وعظ فرماتے تو وہ کہتا۔ کہ خبردار اسکی بات نہ مانیو۔ یہ جھوٹا شخص ہے جو اپنے آبائی مذہب سے پھر گیا ہے۔ جب ان حاجیوں اور تاجروں کا ہجوم منتشر ہوتا اور لوگ اپنے اپنے گھروں میں جاتے تو جا کر یہ خبر سناتے کہ مکہ میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جو بتوں کی پرستش سے روکتا اور ایک خدا کی عبادت کی تعلیم دیتا ہے اور جو اس کام میں اسقدر سرگرم ہے کہ اسکو اپنی جان کی بھی پروا نہیں اسطرح ان حاجیوں اور تجار کے ذریعہ آپ کی تعلیم دور دور تک پہنچتی۔ آپ کی ان تھک کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام مکہ میں زور سے پھیلنا شروع ہوا اور اگرچہ مخالف اسلام کی ترقی کو دیکھکر اسکو روکنے کے لیئے زیادہ سے زیادہ کوششیں کرتے مگر وہ اسکی ترقی کو روک نہ سکے۔ کہاں ہیں وہ جو اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام تلوار کے ذریعہ سے پھیلا۔ مکہ میں کونسی تلوار تھی جسکی وجہ سے اسلام اس شہر میں پھیلا۔ مکہ میں تلوار تھی مگر وہ دشمن کے ہاتھ میں تھی اور تعجب یہ ہے کہ باوجود اس تلوار کے اسلام پھیلتا گیا اور تلوار اس کی ترقی کو روک نہ سکی یا اسلام تلوار

کے زور سے نہیں پھیلا بلکہ دشمن نے تلوار کے زور سے اسکے پھیلنے کو روکنا چاہا پھر بھی اسلام پھیلا۔ اسلیئے یہ کہنا غلط ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ اسلام باوجود دشمن کی تلوار کے پھیلا۔ مکہ میں اسلام کی ترقی اس امر کی ایک زبردست شہادت تھی کہ اسلام اپنی قوت اور سچائی سے دنیا میں پھیلا اور یہ قوت ایسی زبردست تھی کہ دشمن کی تلوار بھی اس کے مقابل میں عاجز رہ گئی۔

جب دشمنوں نے اسلام کو اپنی آنکھوں کے سامنے پھلتے اور پھولتے دیکھا تو انکی عداوت کی آگ اور بھی بھڑکی اور انہوں نے پورے زور سے مسلمانوں کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچانا اور دکھ دینا شروع کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی تکالیف دیکھ کر نہ رہ سکے۔ آپنے اُنکو کہا کہ مغرب کی طرف ایک ملک ہے جہاں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا تم اُدھر چلے جاؤ اور وہاں رہو یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ تمھارے لیئے کوئی راہ کھولدے۔ یہ حبشہ کا ملک تھا جہاں عیسائی بادشاہ نجاشی نام حکومت کرتا تھا۔ مسلمانوں کا پہلا گروہ جس نے حبشہ کی طرف ہجرت کی ۱۱ مردوں اور ۴ عورتوں کا گروہ تھا اور وہ بعثت کے پانچویں سال میں کفار کی تعدی سے تنگ آکر اپنے وطن کو چھوڑ سمندر سے پار اُتر حبشہ میں جا ٹھہرے۔ قریش کو جو اسلام کو کچل دینا چاہتے تھے جب یہ خبر لگی کہ چند آدمی شہر چھوڑکر اور جگہ پناہ لینے کے لیئے بھاگ گئے ہیں تو انہوں نے اُنکا تعاقب کیا مگر وہ انکے پہنچنے سے پہلے جہاز میں سوار ہو چکے تھے۔ ان میں ابوطالب کا بیٹا حضرت جعفرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑکی رقیہؓ اور حضرت عثمانؓ بھی تھے اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کسقدر تکالیف مسلمانوں کو دیجاتی تھیں جن کی وجہ سے انہیں اپنے وطن سے بھاگنا پڑا بھاگنے والے صرف غربا ہی نہ تھے بلکہ شریف خاندانوں کے لوگ بھی تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریف اور غیر شریف سب کے لیئے مکہ میں رہنا دشوار ہو رہا تھا۔ اسکے بعد کفار کا غصہ اور بھی بھڑکا اور انہوں نے زیادہ تندی اور خونخواری کے ساتھ مسلمانوں کو ستانا شروع کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اور مسلمان بھی حبشہ کی طرف بھاگ گئے یہ حبشہ کی طرف دوسری ہجرت تھی اس دفعہ وہ تھوڑی

تھوڑے ہو کر بھاگے تا کفار کو پتہ نہ لگ جائے اور وہ اُنکو پکڑ نہ لیں۔ ایکے ساتھ بیویاں اور بچے بھی تھے۔ اب مہاجرین کی تعداد چھوٹے بچوں کو چھوڑ کر ۱۰۱ تک پہنچ گئی جنہیں ۸۳ مرد تھے۔

قریش کی عداوت نے مسلمانوں کا حبشہ تک تعاقب کیا۔ انہوں نے نجاشی شاہ حبشہ کے پاس قیمتی تحائف دیکر ایک سفارت بھیجی۔ انہوں نے پہلے اہل دربار کو اپنے ساتھ ملا لیا پھر بادشاہ کے آگے اپنے تحایف پیش کرکے عرض کی کہ ہم میں سے بعض سفہاء نے اپنا قدیمی مذہب چھوڑ دیا ہے اور مذہب عیسائی بھی اختیار نہیں کیا بلکہ ایک نیا مذہب نکالا ہے۔ اور قریش نے ہمیں بھیجا ہے کہ ہم اُنکو واپس لیجاویں۔ اہل دربار نے اُنکی درخواست کی تائید کی مگر جب نجاشی نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے اسلامی تعلیم کی کیفیت اور اُن تکالیف کا تذکرہ سنا جن کی وجہ سے وہ اپنا وطن چھوڑ کر اسکے ملک میں آکر پناہ گزین ہوئے تھے تو اسنے مسلمانوں کو کفار کے حوالہ کرنے سے انکار کیا۔ سفیروں نے ایک چالبازی یہ کی کہ اس عیسائی بادشاہ کو یہ کہکر اکسایا کہ انکا نبی ایسی تعلیم دیتا ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہتک پائی جاتی ہے۔ مگر جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم پڑھکر سنائی تو نجاشی رو پڑا اور کہا کہ یہ کلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وحی ایک ہی چشمے سے نکلی ہوئی ہیں۔ اور کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بالکل ایسے ہی تھے جیسا کہ اس سورہ میں اُنکو بیان کیا گیا ہے۔ سفیر ناکام واپس آئے۔ اہل مکہ کا غضب اور بھی بھڑکا۔ انہوں نے دیکھا کہ اگر اسلام کو اس وقت نہ کچلا گیا تو پھر وقت ہاتھ سے نکل جائے گا۔ پہلے تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت اور دولت کے وعدے دیکر آپکو تبلیغ کے کام سے پھیرنا چاہا۔ ایک دن جب آپ صحن کعبہ میں تشریف رکھتے تھے تو رؤسار مکہ کی ایک جماعت ملکر آپکے پاس گئی اور عتبہ بن ربیعہ نے اُس جماعت کی طرف سے آپ کو کہا اے میرے بھائی کے بیٹے۔ تو ہم میں اپنے اوصاف حمیدہ اور اپنے نسب کی وجہ سے ممتاز ہے۔ اب تو نے ہماری قوم میں تفرقہ ڈال دیا ہے اور ہمارے

خاندانوں میں پھوٹ ڈالدی ہے۔ تو ہمارے دیوتوں اور دیویوں کو بُرا کہتا ہے اور ہمارے بزرگوں کو گمراہ ٹھہراتا ہے ہم تیرے آگے ایک تجویز پیش کرتے ہیں۔ تو اس تجویز پر اچھی طرح غور کر۔ اگر یہ تجویز تجھے پسند آجائے تو اسے منظور کر۔ اگر اس کام سے تیری غرض دولت جمع کرنا ہے تو ہم تیرے لیئے اسقدر مال جمع کر دیتے ہیں جتنا ہم میں سے کسی کے پاس نہ ہو۔ اگر تو عزت اور ناموری چاہتا ہے تو ہم تجھے اپنا سردار بناتے ہیں اور کوئی کام تیرے حکم کے بغیر نہیں کرینگے۔ اگر تو حکومت چاہتا ہے تو ہم تجھے اپنا بادشاہ بنا دیتے ہیں۔ اسکے جواب میں انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو سورہ حم السجدہ پڑھکر سنائی جب آپ اس آیت پر پہنچے فان اعرضوا فقل انذرتکم صٰعقۃً مثل صٰعقۃ عاد وثمود یعنی اگر یہ لوگ مُنہ پھیر لیں تو انکو کہدے میں تم کو ایسے عذاب سے ڈراتا ہوں جیسا عذاب کہ قوم عاد و ثمود پر نازل ہوا تھا۔ تو اس کو زیادہ سُننے کی تاب نہ رہی اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنہ پر ہاتھ رکھکر کہا کہ بس ہم تیرے ذوی القربی ہیں۔ ہم پر رحم کر اور اُٹھ کر گھر چلا گیا

جب قریش کو اس تجویز میں بھی ناکامی ہوئی تو انہوں نے ایک اور راہ اختیار کی۔ سب ملکر آپکے چچا ابوطالب کے پاس گئے اور کہا کہ تو اپنے بھتیجے کو روک لے کہ وہ اپنے کام سے باز آجائے۔ ورنہ اُسکے لیئے اچھا نہ ہوگا۔ پہلے تو ابوطالب نے نرم جواب دیکر اُن کو ٹالدیا مگر صبر کہاں آسکتا تھا۔ جب انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ سے نکالکر غضب سے بھرے ہوئے پھر ابوطالب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اب ہم اس سے زیادہ صبر نہیں کرسکتے یا تو اپنے بھتیجے کو روک لے ورنہ تو بھی اُسکے ساتھ ہوجا تاکہ ہمارے اور تمہارے درمیان اس امر کا فیصلہ ہوجائے۔ یہ دھمکی دیکر کفار چلے گئے۔ ابوطالب گھبرایا اُسنے دیکھا کہ اب سب کفار ملکر لڑائی اور جنگ پر آمادہ ہوگئے ہیں اور میں اکیلا ان سب کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلایا اور رؤسار مکہ کی دھمکی کی خبر دیکر بڑی سنجیدگی سے کہا کہ اب تو اپنے تئیں اور مجھے بھی ہلاکت سے بچالے اور مجھ پر ایسا بوجھ نہ ڈال جسکو میں برداشت نہیں کرسکتا۔ آپ کا بھروسہ کسی انسان پر نہ تھا۔ خدا کا ہی

آپ کو منظور تھا آپ نے اپنے چچا کو کہا کہ اے میرے چچا ۔ اگر وہ سورج میرے دائیں اور چاند کو میرے بائیں لاکر رکھدیں تا مجھے مجبور کریں کہ میں اپنے کام سے باز آجاؤں تو بھی میں اپنے فرض کی ادائگی سے نہیں رکونگا اور میں اپنا کام کرتا جاؤں گا یہانتک کہ خدائے تعالیٰ حق کو ظاہر کردے یا میں ہی اسی کام میں اپنی جان دیدوں ۔ اور یہ دیکھکر اب چچا بھی مکہ کے سرداروں کے خوف سے ساتھ چھوڑنے لگے ہے آپ مندرجہ بالا جواب دیکر لوٹنے لگے ۔ آپ کی استقامت کو دیکھکر چچے کا حوصلہ بھی پھر قائم ہوگیا۔ اُسنے دیکھا کہ ایسے بہادر اور شریف بھتیجے کو خونخوار دشمن کے حوالہ کردینا شرم کی بات ہے جب آپ اُس کے پاس سے جانے لگے تو اُسنے آپ کو کہا اے میرے بھائی کے بیٹے ۔ تو جو چاہتا ہے کہ خدا کی قسم میں کبھی تیرا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ پھر اُس نے بنی ہاشم کو جمع کرکے مکہ کے رؤسا کی دھمکی کا ذکر سنایا اور اُنکو کہا کہ تم سب اپنے بہادر بھائی کے ساتھ کھڑے ہوجاؤ اور ظالم دشمن کے ہاتھ میں ایسے شخص کو نہ دیدو جو ہمارے خاندان کا فخر ہے ۔ سب بنی ہاشم نے ارادہ کر لیا کہ اُس خوفناک وقت میں جو ابتک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آنیوالا تھا سب آپکے ساتھ رہیں گے صرف ایک بدگو ہر باہر رہا جو اس قومی اتحاد میں شامل نہ ہوا۔ یہ آپ کا حقیقی چچا ابولہب تھا جسکو اسقدر عداوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی کہ وہ اپنی قوم سے الگ ہوکر دشمنوں کے ساتھ ہوگیا۔

اب قریش نے ایک نہایت ہی خطرناک طریق اختیار کیا۔ یعنی سب ملکر اس بات پر متفق ہوگئے کہ کل قبیلہ بنی ہاشم کو نابود کر دیں۔ سب نے ملکر ایک معاہدہ کیا کہ کوئی شخص بنو ہاشم کے ساتھ خرید و فروخت یا کسی قسم کا لین دین یا اور تعلق نہ رکھے اور نہ ہی شادی بیاہ کے تعلقات اُنکے ساتھ رکھے جائیں۔ یہ معاہدہ ایک کاغذ پر لکھا گیا اور اس کاغذ کو کعبہ میں آویزاں کیا گیا تا کوئی شخص اُس معاہدہ کو توڑنے کی جرأت نہ کرسکے۔ مگر یہ اتحاد گویا ایک پیش خیمہ تھا۔ اور اس کے بعد دوسرا قدم یہ تھا کہ سب ملکر کل قبیلہ پر یورش کرکے انکو ہلاک کر دیں۔ ہاشم اور عبد المطلب کی اولاد۔ مسلمان و غیر مسلمان خواہ کتنے ہی بہادر ہوتے کُل شہر کا مقابلہ ایک خاندان کسطرح کرسکتا تھا۔ اُن سب نے اپنے اپنے

مکان چھوڑ کر ایک پہاڑی کھڈ میں پناہ لی۔ جسکو شعب ابی طالب کہتے تھے۔ یہ شعب شہر سے چٹانوں اور دیواروں کے ذریعہ بالکل الگ تھا۔ صرف ایک تنگ راستہ تھا جس کے ذریعہ اُس کے اندر انسان جا سکتا تھا۔ یہ واقعہ بعثت کے ساتویں سال کی پہلی تاریخ کو ہوا۔ تمام خاندان بمعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس شعب میں محصور تھا۔ صرف ایک شخص باہر تھا اور وہ ابو لہب تھا۔ کفار مکہ نے اُنکی آمد و رفت بالکل روک رکھی تھی کوئی شخص اس شعب میں سے باہر آنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا سوائے موسم حج کے جو ذخیرہ اناج وغیرہ کا بنی ہاشم اپنے ساتھ لے گئے تھے وہ جلدی ختم ہو گیا۔ اور محصورین کی حالت جلدی ہی نازک ہو گئی۔ بھوکے بچوں کی رونے کی آواز شہر میں سنائی دیتی تھی۔ اور اگر بعض خیر خواہ اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالکر خفیہ طور پر کچھ اناج اندر پہنچا نہ دیتے تو شائد سارا قبیلہ بھوک سے ہلاک ہو جاتا۔ یہ دردناک محاصرہ **تین سال** تک رہا۔ اس محاصرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسقدر تکلیف ہوئی ہوگی اُسکا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ کسطرح بھوکے بچوں کی چیخیں آپکے رحیم دل کو چیرتی ہونگی کسطرح اپنے سارے خاندان مسلمانوں۔ غیر مسلمانوں کی مصیبت آپ کو درد پہنچاتی ہوگی جب آپ خیال کرتے ہونگے کہ یہ مصیبت کا پہاڑ صرف آپ کی ہی وجہ سے ان لوگوں پر ٹوٹ پڑا ہے یہ ایسی تکلیف تھی کہ اسکے سامنے موت بھی ایک آسان چیز تھی۔ دیکھو یہ کیسے امتحان کا وقت تھا۔ مگر کوئی امتحان اور کوئی مصیبت آپ کو آپکے کام سے روک نہیں سکتی تھی۔ جو کام آپنے شروع کیا تھا وہ خود بخود شروع نہیں کیا تھا بلکہ الٰہی حکم سے شروع کیا تھا۔ آپ کو اس کام میں کچھ اختیار نہ تھا۔ آپنے سچ فرمایا تھا کہ اگر کفار سورج کو میرے دائیں اور چاند کو میرے بائیں لاکر رکھدیں تا مجھے اس کام سے ہٹائیں۔ میں ہرگز نہیں ہٹوں گا۔ اس واقعہ سے آپ کی سچائی اور آپ کی صداقت بخوبی طور پر واضح ہو گئی۔ دوسری تکلیف یہ تھی کہ آپ شعب ابی طالب میں محصور ہونے کی وجہ سے وعظ و تبلیغ سے بھی رک گئے۔ صرف حج کے دنوں میں جب باہر سے لوگ مکہ میں آکر اُترتے تو اُسوقت

آپ اُس قلعہ سے نکلکر ان زائرین میں وعظ فرماتے مگر اسوقت بھی ابو لہب آپ کے ساتھ ساتھ پھرتا اور لوگوں کو کہتا کہ اسکی بات نہ سنیو یہ جھوٹا شخص اور ملحد ہے اور لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کو جواب دیتے کہ تیری اپنی قوم جو تیرے حالات سے بخوبی واقف ہے تیری نسبت یہ رائے رکھتی ہے تو ہم تجھے کس طرح مان سکتے ہیں یہ جواب سنکر آپ کا دل غمگین ہوتا اور آپ آسمان کی طرف منہ کر کے فرماتے کہ اے میرے رب اگر تو چاہتا تو ایسا نہ ہوتا۔ غرض یہ تین سال اشد تکلیف کے سال تھے کہ اس مصیبت کو دیکھکر اور اس لمبے عرصہ میں اس استقامت کو مشاہدہ کر کے بعض اہل شہر کے دل بھی موم ہو گئے۔ اور وہ اس امر کی تجویزیں سوچنے لگ گئے کہ کسی طرح اس مصیبت کے پہاڑ کو محصورین کے سروں پر سے ہٹا دیں۔ دوسری طرف خدائے تعالیٰ کے حکم سے ایسا ہوا کہ وہ کاغذ جو کعبہ میں لٹکایا گیا تھا اُس کو دیمک کھا گئی۔ اس خدائی فعل سے فائدہ اُٹھا کر پانچ سردار تلواریں کھینچ شعب ابی طالب کے دروازہ پر کھڑے ہو گئے اور محصورین کو کہا کہ سب باہر آجائیں اور اپنے اپنے گھروں میں چلے جائیں یہ کام ایسی چستی سے کیا گیا کہ دشمنان اسلام منہ دیکھتے رہ گئے اور کچھ نہ کر سکے۔ اسطرح تین سال کے لمبے عرصہ کے بعد مسلمانوں اور بنی ہاشم کو اس خوفناک قید سے نجات ملی۔

اسکے بعد جلدی ہی ابو طالب کی وفات کا واقعہ ہوا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ پہنچا۔ اسکے بعد کفار کی مخالفت بہت بڑھ گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اب مسلمانوں کے لیئے مکہ میں رہنا ایک ناقابل برداشت مصیبت ہے۔ اسلیئے آپ نے اردگرد کے لوگوں کی طرف اور حج اور میلوں پر آنے والے عربوں کی طرف اپنی توجہ کو پھیرا تا شائد مسلمانوں کو مکہ سے باہر کوئی ایسی جائے سکونت مل جائے جو انکو کفار کی تعدی سے پناہ دے۔ ابو طالب کی وفات کو ابھی دو ہفتہ ہی گذرے تھے کہ آپ زید کو ہمراہ لیکر طائف کی طرف روانہ ہوئے جو مکہ سے ستر میل کے فاصلہ پر ایک بڑا شہر ہے۔ یہاں کے بت پرستوں نے آپکی

دعوت کو قبول نہ کیا وہاں آپ کو دردناک تکلیف پہنچی جس کا بیان نہیں ہو سکتا آپ کو
اس شہر سے نکلنا پڑا اور شریر لوگوں نے شام تک آپ کا تعاقب کیا اور پتھر وں
آپکے وجود مبارک کو زخمی کر دیا زید نے آپ کو بچانے کی کوشش کی اور اس کوشش
میں خود زخمی ہوا۔ آپ زخمی پیاسے اور تھکے ہوئے کھجوروں کے ایک جھنڈ کے
نیچے شام کو ٹھہرے اور اپنے مولیٰ کے آگے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی۔ اللّٰھمّ الیک
اشکو ضعف قوتی وقلۃ حیلتی وھوانی علی الناس ارحم الرحمین انت
رب المستضعفین وانت ربی۔ الی من تکلنی الی بعید یتجھمنی ام الی
عدو ملکتہ امری۔ ان لم یکن بک علی غضب فلا اُبالی لکن
عافیتک ھی اوسع لی۔ اعوذ بنور وجھک الذی اشرقت لہ الظلمت
وصلح علیہ امر الدنیا والاٰخرۃ من ان تنزل بی غضبک او یحل علیّ
سخطک لک العتبی حتیٰ ترضی ولا حول ولا قوۃ الا بک۔ اے رب
میں اپنی بے کسی۔ کمزوری اور دنیا کے سامنے اپنی کم حیثیتی کی تیرے آگے شکایت
کرتا ہوں۔ اے ارحم الرحمین اے کمزوروں کے رب۔ تو ہی میرا رب ہے تو میرا ساتھ
نہ چھوڑیو مجھے غیروں کا شکار نہ بنائیو اور نہ مجھے میرے دشمنوں کا شکار بنائیو۔ اگر
تو ناراض نہیں تو مجھے کچھ ڈر نہیں۔ میں تیرے چہرے کی روشنی میں پناہ ڈھونڈتا ہوں۔
راستے میں ایک فرشتہ نے آپکے پاس آکر کہا کہ آپ اپنے دشمنوں پر بد دعا کریں
لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رحم کا کامل نمونہ تھے۔ بد دعا کرنے سے انکار کیا۔
اور فرمایا لعل اللہ یخرج من اصلابھم من یعبدہ۔ یعنی شاید خدا ان کی
پشت سے ایسے لوگ پیدا کرے جو اسکی پرستش کریں۔ کسی نبی نے اس قدر تکالیف
اس صبر کے ساتھ برداشت نہیں کیں۔

جس باغیچہ میں آپنے آرام کیا وہاں عداس نام ایک نینوہ کا غلام تھا جس سے
آپنے گفتگو شروع کی عداس اسی جگہ ایمان لایا اور آپکے سر اور ہاتھوں اور پاؤں کو
چومنا شروع کیا جس سے کہ اسکے مالک جو کہ دور سے اس نظارہ کو دیکھ رہے تھے

متعجب ہوئے۔ طائف کے سفر کے متعلق میور لکھتا ہے۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طائف کے سفر میں آپ کی بڑی عظمت پائی جاتی ہے ایک تنہا انسان جسکو اُسکی قوم نے حقارت کی نظر سے دیکھا اور رد کر دیا وہ خدا کی راہ میں اپنے شہر سے نکلتا ہے اور جیسا یونس نبی نے نینوہ کو جاکر تبلیغ کی ایک بُت پرست شہر کو دعوت کرتا ہے کہ وہ توبہ کریں اور خدا کے نبی پر ایمان لاکر اُسکی تائید کریں۔ یہ واقعہ اس امر پر ایک زبردست روشنی ڈالتا ہے کہ آپ کو اس امر کا کسقدر سخت یقین تھا کہ آپ خدا کے رسول ہیں۔"

اب مکہ میں مخالفت کی اسقدر آگ بھڑکی ہوئی تھی اور آپ کی جان اپنے آبائی شہر میں ایسے خطرہ میں تھی کہ طائف سے واپس آکر آپ مکہ داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ اسلیئے آپ چند روز نخلہ میں ٹھہرے رہے۔ اور مخالف ایسے زور پر تھے کہ کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ آپ کی حفاظت کا ذمہ اُٹھا کر آپ کو شہر میں لائے۔ مگر اس نازک گھڑی میں بھی آپ کا ایمان خدائے تعالیٰ کی نصرت پر اسقدر قوی تھا کہ جب زید نے آپ کو کہا کیف تدخل علیہم وقد اخرجوک کہ اب آپ مکہ میں کسطرح داخل ہونگے جب مکہ والوں نے آپ کو شہر سے نکالدیا ہے تو آپنے جواب دیا یا زید ان اللہ جاعل لما تری فرجا و مخرجا و ان اللہ ناصر دینہ ومظہر نبیہ۔ یعنی اے زید خدائے تعالیٰ اس تنگ حالت کو کشادہ کر دیگا اور اس مشکل میں سے آسانی کی راہ نکالدیگا۔ کیونکہ خدا اپنے دین کی مدد کرنے والا ہے اور اپنے نبی کو غلبہ دیگا۔ آخر آپ کی اس حالت کو دیکھکر ایک رئیس مطعم نامی کا دل بھر آیا۔ اُس نے اپنے بیٹوں کو بلاکر انکو زرہ بکتر پہنا کعبہ کے پاس کھڑا کر دیا۔ اور آپ مطعم اور اسکی جماعت کی حفاظت میں شہر میں داخل ہوئے۔

اب آپ بیرونی اقوام کی طرف خصوصیت سے متوجہ ہوئے جو مکہ اور اُس کے قرب وجوار میں حج یا تیہواروں کے موقعہ پر جمع ہوتے۔ اب آپکے لیئے اور آپکے پیرووں کے لیئے مکہ میں رہنا محال ہو گیا تھا۔ اسلیئے جب گرد ونواح کی

قومیں مکہ میں جمع ہوتیں تو آپ انکو وعظ کرتے اور اپنے نفس کو انکے آگے پیش کرتے
کہ میرے لیئے اور میری جماعت کے لیئے مکہ میں رہنا محال ہو رہا ہے جو قوم مجھے جگہ دیگی
خدائے تعالیٰ اُس قوم کی مدد کریگا اور دین و دنیا میں انکو برکت و نصرت دیگا۔
مگر کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی کہ جس شخص کو قریش نے رد کیا اُسے پناہ دے کیونکہ
کوئی قوم یہ پسند نہیں کرتی تھی کہ ایسے شخص کو پناہ دیکر خواہ مخواہ قریش اور اُن کے
طرفداروں کے ساتھ جنگ چھیڑلے۔

آخر خدا کی نصرت کا وقت آگیا اور تاریکی میں سے امید کی شعاع [illegible]
آپ ایک دن حاجیوں میں پھر رہے تھے آپ کی نظر ۶ یا ۷ آدمیوں کی [illegible]
سی جماعت پر پڑی۔ یہ مدینہ سے آئے تھے آپنے اُنسے نہایت [illegible]
"تم کس قبیلہ کے لوگ ہو" انہوں نے جواب دیا کہ ہم بنی [illegible]
آپنے فرمایا کہ کیا تم ایسا کرسکتے ہو کہ تھوڑی دیر بیٹھکر میری [illegible]
بخوشی اس امر کو منظور کیا۔ آپنے اپنی تعلیم کو اُنکے آگے پیش کیا۔ قرآن شریف [illegible]
سنایا۔ مکہ میں جو آپ کو اور آپ کی جماعت کو مشکلات درپیش تھے انکی [illegible]
اور پھر پوچھا کہ آیا تم لوگ اس امر کے لیئے تیار ہو کہ مجھے اپنے شہر میں [illegible]
بیان کا ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے یقین کرلیا کہ یہ شخص [illegible]
اُسی وقت آپ پر ایمان لائے اور عرض کیا کہ اگر اسوقت آپ مدینہ [illegible]
تو ممکن ہے کہ ہم قریش سے آپکی حفاظت نہ کرسکیں [illegible]
اجازت دیں دوسرے سال انہی دنوں میں ہم آپ کی خدمت میں پھر حاضر ہونگے
دوسرے سال یہ چھ آدمی اور چھ اور ۱۲ آدمی حج کے دنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپکے ہاتھ پر بیعت کی [illegible]
رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اسلام کا وعظ کرنے کیلئے ساتھ لیکر واپس چلے گئے۔ اسلام
کے اس مقدس مشنری کو ایک سال کے اندر مدینہ میں اسقدر کامیابی ہوئی [illegible]
کے لوگوں میں کوئی ایسا گھر شاذونادر ہوگا جسمیں اسلام نے اپنا پاؤں [illegible]

دوسرے سال ۷۲ مسلمان مدینہ کے قافلہ کے ساتھ ملکر اس غرض کیلئے آئے کہ آپ کی خدمت میں مدینہ منورہ میں تشریف لانے کیلئے درخواست کریں مگر دوسرے قافلہ والوں کو اس کا علم نہ تھا۔ مقررہ جگہ پر جہاں پہلے مدینہ والوں کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تھی یہ جماعت آپ سے رات کے وقت خفیہ طور ملی۔ یہانتک کہ ان کے ہمراہیوں کو بھی علم نہ ہوا۔ یہ اخفاء اسلیئے کیا گیا کہ قریش کو اس امر کا علم نہ ہو۔ کیونکہ اگر انکو علم ہو جاتا تو اسی وقت مدینہ کے مسلمانوں پر حملہ کر تے۔ کفار نہیں چاہتے تھے کہ آپ یا آپ کے صحابہ کسی اور جگہ جاکر پناہ لیں وہ چاہتے تھے کہ اسلام کو مکہ کے حدود کے اندر ہی محدود رکھکر اس کو رفتہ رفتہ کچل دیں۔ اور عرب کے ملک میں اسلام کے پودے کو جڑھیں پکڑنے نہ دیں۔ یہ ملاقات آخری رات کو ہوئی جب کہ مدینہ کا قافلہ کوچ کرنے کے لیئے تیار تھا۔ ایسا اسلیئے کیا کہ اگر مکہ والوں کو خبر بھی ہو جائے تو انکی تیاری کرتے کرتے مسلمان نکل جائیں اور مکہ والے انپر حملہ نہ کر سکیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے انکو قرآن شریف پڑھکر سنایا جیسے آپ کا دستور تھا اور اسکے بعد انہوں نے آپکے ہاتھ پر اس امر کا عہد کیا کہ وہ آپ کی اور آپکے صحابہؓ کی ایسی ہی حفاظت کرینگے جیسا کہ وہ خود اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

مکہ والے بھی ہر وقت تاڑ میں لگے ہوئے تھے کہ کہیں آپ کسی بیرونی قوم کے ساتھ تعلق قائم کرکے مکہ سے نکل نہ جائیں۔ اسلیئے اگرچہ اس ملاقات میں مکہ والوں کے خوف سے جسقدر ممکن تھا اخفاء سے کام لیا گیا مگر پھر بھی انکو ایک جاسوس کے ذریعہ پتہ لگ ہی گیا۔ اور کفار نہایت طیش میں آکر صبح ہوتے ہی مدینہ کے قافلہ میں گئے اور دریافت کیا کہ وہ کونسے لوگ ہیں جنہوں نے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بیعت کی ہے اور درخواست کی ہے کہ وہ مکہ چھوڑ کر انکے ہاں جاکر پناہ لیں۔ مگر خود قافلہ والونکو بھی اسکا علم نہ تھا۔ اسلیئے کوئی پتہ نہ چل سکا اور وہ ناکام واپس آگئے۔ قافلہ کی روانگی کے بعد انکو معلوم ہوا کہ اسی قافلہ میں انکی امید سے کہیں بڑھ کر آدمی ایسے

تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور آپ کو مدینہ میں آکر پناہ دینے کے لئے کہا ہے۔ تب وہ قافلہ کے پیچھے دوڑے۔ مگر قافلہ والے مسلمان دور نکل گئے تھے۔ صرف دو مسلمان انکے ہاتھ میں آئے۔ انہیں سے ایک پھر انکے ہاتھ سے نکل کر بھاگ گیا۔ دوسرے کو پکڑ کر دشمنوں نے اسکے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے اور اسکے لمبے بالوں سے اسکو پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے اپنے شہر مکہ میں لے آئے۔ مگر اسکی خوش قسمتی سے مکہ کے رؤسا میں ایک ایسا شخص تھا جس پر مدینہ میں اس نے بڑا احسان کیا تھا۔ اسکی سعی سے اس غریب مسلمان نے مکہ کے بھیڑیوں کے پنجہ سے نجات پائی۔

اب کفار کا غیظ و غضب ایسے زور سے بھڑکا کہ پہلے شاید کبھی ایسا نہیں بھڑکا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوف ہوا کہ کہیں مسلمانوں کا قتل عام شروع نہ ہو جائے۔ آپ نے حکم دیا کہ فوراً چھپ چھپ کر مدینہ کی طرف نکل جاؤ۔ چنانچہ مکہ والوں کا ہاتھ پڑا ان کو قید کیا۔ بعض کو اسلام چھوڑنے پر مجبور کیا۔ اس ہجرت کے وقت کفار کو معلوم ہوا کہ اسلام کہاں تک ان کے شہر میں پھیل چکا تھا۔ محلے کے محلے خالی ہوگئے۔ دروازوں پر قفل لگ گئے اور کئی محلے ایسے تھے جنمیں ایک انسان بھی نظر نہیں آتا تھا بعض ایسے قبیلے بھی تھے جو مخفی طور پر مسلمان تھے مگر کفار کے ڈر سے انہوں نے اسلام کو ظاہر نہیں کیا تھا وہ بھی اب موقعہ پاکر نکل گئے۔ ابوجہل۔ عتبہ اور دیگر رؤسا مکہ کی گلیوں میں پھر کر خالی محلوں کو تعجب کی نظر سے دیکھتے تھے چنانچہ عتبہ نے کہا یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کام ہے جس نے ہماری جماعتوں کو منتشر کر دیا۔ ہمارے کاموں کو بگاڑ دیا اور ہم میں پھوٹ ڈال دی۔ وہ کہاں ہیں جو کہتے ہیں اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ مکہ میں آپکے پاس کونسی تلوار تھی جس کے زور سے اسقدر لوگوں نے بصدق دل اسلام قبول کیا اور اگرچہ دشمن کی تلوار انکے سر پر لٹک رہی تھی۔ پھر بھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہ ایمان لائے۔ اور آپ کی خاطر اپنے وطن کو چھوڑنا اور اجنبی شہر میں مسافروں کی طرح ڈیرہ لگانا اور طرح طرح کے مصائب جھیلنا منظور کیا۔ اگر مکہ میں اسلام باوجود دشمن کی تلوار کے اسقدر زور سے پھیلا کہ

محلے کے محلے ہجرت کے وقت خالی ہو گئے تو اشاعت اسلام کو پھیلنے سے کونسی چیز مانع تھی جب
دشمن کی تلوار توڑ دی گئی اور ملک عرب میں کوئی شخص ایسا نہ رہا جو اسلام کی اشاعت
میں مزاحم ہو سکے اور جب نشانات کی تعداد بھی بڑھ گئی اور جب خدائے تعالیٰ نے
رنگ رنگ میں اپنی قدرت کا ہاتھ دکھایا اور دنیا پر ثابت کر دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
خدائے تعالیٰ کا سچا نبی ہے۔

مگر ہجرت کے وقت سب مسلمانوں نے مکہ کو نہیں چھوڑا۔ کئی ایسے مسلمان باقی تھے
جو بوجہ کبر سنی یا غلامی یا قید کیوجہ سے یا ایسے ہی اور اسباب سے ہجرت نہ کر سکے بلکہ کئی ابھی
مخفی طور پر مسلمان تھے جن کا علم اسوقت ہوا جبکہ صلح حدیبیہ کے بعد امن ہو گیا اور
لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے شروع ہو گئے۔

مسلمان ایسی سرعت اور ہوشیاری اور اخفا سے ہجرت کر گئے کہ مکہ والے
ششدر رہ گئے پھر بھی جہاں تک انسے ہو سکا انہوں نے مسلمانوں کو روکنے میں کوئی
کوتاہی نہ کی۔ عمر جیسا بہادر بھی مخفی طور پر بھاگا۔ ایک دوست اور عیاش کے ساتھ
ایک جگہ مکہ سے باہر ملنے کیلئے مقرر کی۔ دوست کو تو دشمنوں نے روک لیا عیاش اور
عمر نکل گئے۔ جب ابوجہل کو پتہ لگا تو چند آدمیوں کو ساتھ لیکر قریباً مدینہ تک ان کا
تعاقب کیا اور مدینہ کے قریب مقام قبا میں ان سے جا ملا اور عیاش کو ایک عجیب
حیلہ اور تدبیر سے واپس لے آیا۔ راستہ میں آکر اسکو رسیوں سے جکڑ لیا اور جب
مکہ میں اسے کھینچتے ہوئے داخل ہوا تو اہل مکہ کو کہا کہ تمھیں بھی ان جاہلوں سے ایسا
ہی سلوک کرنا چاہیئے۔ صہیب جو غلامی کی حالت میں مکہ میں آیا تھا اور بڑا مالدار
ہو گیا تھا اسکو بھی کفار نے پکڑ لیا کہ جب تو آیا تھا تو غریب تھا۔ اب تو دولتمند ہے
خدا کی قسم ہم تجھے کبھی نہیں جانے دینگے۔ اسنے کہا کہ تم میری ساری دولت لیلو
اور مجھے جانے دو۔ چونکہ اس کی دولت بہت بڑی تھی اسلیئے کفار نے دولت
کے طمع سے اسکو چھوڑ دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ماجرا سنا تو آپنے
فرمایا۔ ربح صہیب ربح صہیب یعنی صہیب نے بہت اچھی تجارت کی ہے۔

غرض جو مسلمان بھاگ سکتے تھے وہ سب مدینہ کی طرف بھاگ گئے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ و حضرت علیؓ رہ گئے۔ اگرچہ تنہا پیچھے رہنا خطرناک تھا مگر چونکہ آپ کو ابھی آسمان سے ہجرت کا حکم نہیں آیا تھا اسلیئے آپنے الٰہی حکم کا انتظار کیا۔ آپ الٰہی حکم کے تابع تھے۔ اسلیئے آپنے اپنی جان کو بھی خطرہ میں ڈالکر الٰہی اجازت کے بغیر مکہ سے قدم باہر رکھنا پسند نہ فرمایا۔

اب قریش کے رؤسا نے دارالندوہ میں ملکر مشورہ کیا کہ اب کیا تجویز کی جاوے جس سے اسلام کا قلع قمع ہو جاوے۔ آخر بہت سی بحث کے بعد ابوجہل کی رائے پر یہ فیصلہ ہوا کہ ہر ایک قبیلہ میں سے ایک ایک جوان منتخب کیا جاوے اور وہ سب ملکر ایک ہی دفعہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر تلواروں کے ساتھ حملہ کر کے آپکا (فداہ ابی وامی) کام تمام کر دیں۔ پھر بنی ہاشم کس کس سے بدلہ لیں گے۔ وہ سب قوموں کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے اور اسطرح اسلام کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اس خونی ارادہ کے ساتھ رات کے وقت ایک جماعت نے آپکے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ خدائے تعالیٰ نے آپ کو انکے بد ارادہ سے اطلاع دی۔ آپنے اپنے بستر پر حضرت علیؓ کو لٹا دیا اور اُسپر اپنی چادر ڈالدی تا کافر یہ سمجھیں کہ آپ مکان میں ہی ہیں اور آپ حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لیکر غار ثور میں جا چھپے۔ جب دشمن کو آپکے سلامت نکل جانیکا حال معلوم ہوا تو سب طرف آپکے تعاقب میں گھوڑے دوڑائے اور اعلان دیا کہ جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زندہ پکڑ لائے یا قتل کرے اُسکو ایک سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔ دشمن کھوج لگاتے لگاتے غار ثور تک بھی پہنچے۔ مگر خدائے تعالیٰ نے معجزانہ رنگ میں آپ کو محفوظ رکھا اور تین دن غار میں رہ کر آپ تیز اونٹنیوں پر مدینہ منورہ کی طرف سلامت نکل گئے اور دشمن خائب و خاسر رہا۔

اظہار حق

سکھ صاحبان سے خطاب

اظہار حق نام ایک کتاب حال ہیں شیخ محمد یوسف صاحب نومسلم نے لکھی ہے۔ اوّل تو شیخ صاحب موصوف کا وجود ہی اس امر کی ایک عملی شہادت ہے کہ بابا نانک صاحب ایک راستباز مسلمان تھے۔ کیونکہ جس امر کی وجہ سے شیخ صاحب کو اسلام قبول کرنیکی تحریک ہوئی وہ بابا نانک صاحب کی تعلیم ہی ہے۔ انہوں نے گرنتھ کو سبقاً سبقاً پڑھا اور انپر بابا نانک صاحب کے اقوال اور طرز زندگی سے واضح ہوگیا کہ آپ اسلام پر شیدا تھے اور اسلام اور بانی اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اسلام کی پاک کتاب قرآن شریف سے آپ کو بڑے درجہ کی محبت تھی اور اسلام کی ہر ایک بات آپ کو پیاری تھی۔ نماز سے اور اذان سے اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے آپ کو اسقدر محبت تھی کہ ہر وقت انکی تعریف کے گیت گاتے اور انکو اپنا دستور العمل بنایا ہوا تھا۔ آخر بابا نانک صاحب کی محبت اُنکے سچے چیلے سورن سنگھ (حال شیخ محمد یوسف) میں بھی اثر کر گئی اور انکے دل میں بھی اسلام کی محبت کا ایک جوش اُٹھا اور اُنکے دل میں اس محبوب کا چہرہ دیکھنے کیلئے ایک جذبہ پیدا ہوا جسپر انہوں نے اپنے گورو کو فدا پایا تھا اور وہ جذبہ کھینچے کھینچے انکو اسلام تک لے آیا اور اُنہوں نے اُس پیارے کو اپنے سینے سے لگا لیا جس کی مدح سرائی میں انہوں نے بابا نانک علیہ الرحمۃ کو سرشار پایا تھا اور اب وہ دن رات اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ جس حق کو انہوں نے پایا ہے اُسکی طرف دوسرے سکھ صاحبان کو بھی بلائیں اور انکو اس امر کی ترغیب دیں کہ وہ اُس راہ پر قدم ماریں جنپر اُنکے گورو نے قدم مارا اور جس نور سے اُنکے مرشد نے حصّہ لیا وہ بھی اُسی نور سے حصّہ لیں اور جس چشمہ سے اُنکے پیر (بابا نانک علیہ الرحمۃ) نے پانی پیا وہ بھی اُس چشمہ پر جاکر اپنی پیاس بجھائیں اور جس راہ سے اُن رگ کو

محبت تھی جسکی پیروی کا وہ وعدہ کرتے ہیں اُسی راہ سے وہ بھی پیار کریں اور صحیح معنوں میں اُس راستباز کی تقلید کریں جسکی محبت کے وہ مدعی ہیں۔ اسی غرض سے شیخ محمد یوسف صاحب نے یہ کتاب لکھی ہے جسکا نام اظہار حق ہے۔ اسمیں انہوں نے پہلے یہ دکھلایا ہے کہ باوا نانک صاحب کو ہندوؤں کے ہر ایک مسئلہ اور ہر ایک رسم سے کیسی نفرت تھی اور پھر مختصر طور پر اُن دلائل کو جمع کیا ہے جنسے یہ ثابت ہوتا ہے کہ باوا صاحب نے ملک ہند کے مذاہب کو ناپاک پاکر رسول عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پاک ہدایات کو اپنا شیوہ بنایا اور مکی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایسے شیفتہ ہوگئے جیسے ایک عاشق اپنے معشوق پر فریفتہ ہوتا ہے کیونکہ اُنکے ذریعہ انہوں نے اُس نور کو پایا جسکی روشنی سے اُنہوں نے اُس خدا کو دیکھا جس کا چہرہ ہندو مذہب کی طرح طرح کی تاریکیوں کی وجہ سے لوگوں سے مخفی ہوگیا تھا۔ اور وہ ایک درویش کا لباس پہنکر دُور دراز سفر کی مشقتوں کو اُٹھاکر اور راستہ کے ریگستانوں کو ایک عاشق کی طرح طے کرتے ہوئے اُس دروازہ پر جا کھڑے ہوئے جدھر سے انہوں نے اس نور کو پایا تھا۔ دیکھو کیسے پیارے الفاظ میں بھائی گورو داس جی جو سکھ صاحبان میں ایک بھاری بھگت شمار کیئے جاتے ہیں باوا صاحب کے حج کے سفر کا اور پھر مسلمانوں کے مقدس مقام مسجد حرام میں حاضر ہونے کا نقشہ کھینچتا ہے۔

بابا پھر مکے گیا نیلے بستر دھارے بن ولی
عصا ہاتھ کتاب کچھ کوزہ بانگ مصلے دھاری
بیٹھا جائے میست وچ جتھے حاجی حج گذاری

یعنی باوا صاحب درویشوں کا نیلا لباس پہنکر۔ عصا ہاتھ میں لیئے ہوئے کتاب (قرآن شریف) بغل میں لیکر اور کوزہ اور جائے نماز اُٹھائے ہوئے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور اذان کہی اور مسجد حرام میں جہاں حاجی لوگ حج ادا کرتے ہیں اعتکاف کیلیئے جا بیٹھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اذان کہنے کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ آپ کی نسبت لکھا ہے۔ "دا کن وچ اُنگلیاں پائے کے بابے بانگ دتی"

یعنی جیسے موذن کا طریق ہے کانوں میں اُنگلیاں ڈالکر بابا نانک صاحب نے بلند آواز سے اذان پڑھی۔ آپ کی بات بات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ٹپکتی ہے۔ چنانچہ بالا جی کی جنم ساکھی میں آپ کا قول لکھا ہے۔

"پاک پڑھو کلمہ ربدا محمدؐ نال ملائے ۞ ہوا معشوق خدائے دا اہو اتل الٰہی"

یعنی کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھو اس سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملجاؤ گے جو خدائے تعالیٰ کا محبوب تھا اور جس نے اپنا سب کچھ خدائے تعالیٰ پر قربان کردیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس عشق کی برکت سے جو آپکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا آپکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی ہوئی جیسا کہ آپکے اس شعر سے صریح طور پر واضح ہوتا ہے۔ "دیکھا نور محمدی ڈٹھا نبی رسول ۞ نانک قدرت ویکھکر خودی گئی سب بھول" (جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۴۱) یعنی میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نور کو مشاہدہ کیا اور میں خدا کے نبی اور خدا کے رسول محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت سے مشرف ہوا اور اُس خدائی قدرت کے نظارہ سے مجھ پر ایسی حالت طاری ہوگئی کہ اپنے وجود سے بالکل بیخبر ہوگیا۔ اور اُنکی شان کو ایسا بلند پایا کہ اُسکے سامنے اپنی خودی سب بھول گئی۔ آپ کو اس امر کا بڑا شوق تھا کہ اسلام دنیا میں پھیلے اور سب لوگ اس مقدس مذہب کو قبول کریں۔ چنانچہ اُنکی اس خواہش کا مندرجہ ذیل قول سے پتہ لگتا ہے۔ "نانک آکھے رکن دین سچ سنو جواب ۞ چاروں کوٹ اسلام ہوتاں پائی ثواب" (جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۴۹) یعنی سچی بات یہ ہے کہ جی چاہتا ہے کہ اسلام کی چاروں اطراف میں تبلیغ کیجائے تا ثواب حاصل ہو۔ قرآن شریف پر آپ کا بڑا ایمان تھا اور سب الہامی کتابوں سے وہ اس کا درجہ بلند تر سمجھتے تھے۔ چنانچہ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۷۴ پر لکھا ہے۔ "توریت۔ انجیل۔ زبور پڑھ سن ڈٹھے وید ۞ رہیا قرآن شریف کل جگ میں پروان" یعنی توریت۔ انجیل زبور۔ وید سب دیکھ لیئے۔ اب قرآن شریف ہی کل دنیا کیلیئے ایک کتاب ہے۔ جسکے ذریعہ سے نجات مل سکتی ہے۔ آپ نے اسلامی طریق کے مطابق روحانی ترقی کے لیئے ریاضتیں بھی کیں چنانچہ کئی چلے کیئے اور اُن چلوں کے مقامات ابتک

موجود ہیں اور مسلمان بزرگوں کی صحبت میں ایک دراز عرصہ رہ کر روحانی فیض حاصل کیا۔ اسلام کے مشہور ولی شیخ فرید علیہ الرحمۃ کی صحبت میں ۱۲ سال تک رہے۔ نمازیں ادا کیں۔ اذانیں دیں۔ حج کیا۔ توحید کا وعظ کیا۔ قرآن شریف کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کے گیت گائے اور جو انکی مشہور یادگار اب تک خود سکھوں کے ہاتھ میں محفوظ چلی آتی ہے اور جس پر دور دراز سے آکر سکھ صاحبان نذریں چڑھاتے ہیں وہ بلند آواز سے پکار پکار کر بیان کر رہی ہے کہ جس بزرگ کی میں یادگار ہوں اور جو مجھے ہر وقت اپنے سینے سے لگائے رکھتا تھا وہ اسلام کا شیفتہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرو تھا۔ وہ یادگار چولہ صاحب ہے مگر افسوس کہ سکھ صاحبان ظاہری طور پر اس سے برکت اور فیض لیتے ہیں اور اسکی ایک رنگ کی پرستش کرتے ہیں مگر یہ نہیں دیکھتے کہ وہ یادگار کیا کہتی ہے۔ اسلئے حروف کو مقدس سمجھتے ہیں مگر ان حروف کے معانی کی طرف توجہ نہیں کرتے چھلکے پر راضی ہیں۔ مغز کو نہیں لیتے۔ ایسا ہی فیروزپور کے ضلع میں باوا صاحب کی یادگار میں ایک قرآن شریف رکھا ہوا ہے۔ غرض باوا نانک صاحب علیہ الرحمۃ کے اسلام کیلئے ایک شہادت نہیں بلکہ بے شمار شہادتیں ہیں۔ آپکے اقوال۔ آپکا طرز زندگی۔ آپکے چلے۔ آپ کی زندگی کے مشہور کام اور آپ کی یادگاریں سب آپکے اسلام کی گواہ ہیں۔

ان شہادتوں کے باوجود بھی سکھ صاحبان یہ ماننے کیلئے تیار نہیں کہ آپ اسلام کے پیرو تھے۔ اس کا فیصلہ آسان ہے جو جو کام باوا صاحب علیہ الرحمۃ کرتے تھے وہی کام سکھ صاحبان کر کے دکھائیں اور ایسا کرنے میں انکے لئے کوئی عار کی بھی بات نہیں کیونکہ باوا صاحب انکے مقتدا ہیں اور ایک مقتدا کی پیروی اسی امر کا نام ہے کہ جو جو کام وہ کرتا تھا اُنپر انسان کاربند ہو۔ غرض سکھ صاحبان بھی وہی کام کر کے دکھائیں جو باوا صاحب علیہ الرحمۃ نے کئے مثلاً انکی طرح مسجد میں جا کر اذانیں کہیں۔ انکی طرح مسلمان اولیاء کی صحبت اور ان سے میل جول اور گہرا تعلق اختیار

کریں انھی کی طرح جیسا مسلمان اولیاء کا طرز ہے چلے کریں۔ اور دوسری ریاضتیں کریں۔ انھی کی طرح کلمہ طیبہ سے محبت کریں انھی کی طرح قرآن شریف پر ایمان لاویں۔ انھی کی طرح طواف کعبہ کے لیئے مکہ جائیں۔ انھی کی طرح اسلام کو چارکوٹ (چاروں اطراف) میں پھیلا کر ثواب حاصل کرنیکی کوشش کریں غرض وہی کام کرکے دکھلاویں جو باوا صاحب کرتے تھے تو پھر خود ہی اس امر کا فیصلہ ہوجائیگا کہ ایسے اعمال بجا لانیوالا کون ہوتا ہے۔ لمبی بحث کی فرصت نہیں۔

سکھ صاحبان۔ آپ برا نہ منائیں۔ اگر آپ صاحبان کو باوا صاحب سے سچی محبت ہے تو آپ کو کوشش کرنی چاہیئے کہ آپکے وہی عقائد ہوں جو باوا صاحب کے تھے اور آپکے وہی اعمال ہوں جو باوا صاحب کے تھے۔ اور بجائے اس کے کہ آپ ان باتوں کو سنکر ناراض ہوں اگر آپ کو واقعی سچی محبت اپنے گورو سے ہے تو آپ کو خوشی سے ان امور کو قبول کرنا چاہیئے اور انپر عمل کرنا چاہیئے۔ اگر آپ ایسا کرنے کیلیئے تیار نہیں تو معلوم ہوا کہ آپ اپنے خیالات اور رسومات اور اُن غلطیوں کے پیرو ہیں جو بعد میں ایک بزرگ کی تعلیم میں کئی وجوہات سے داخل ہوجاتی ہیں اور آپکا یہ کہنا کہ ہم باوا صاحب کے پیرو ہیں صرف دعوی ہی دعویٰ ہے۔ سکھ صاحبان۔ آپ بہادری میں مشہور ہیں اور دلیری خالصہ قوم کا خاصہ بیان کیا جاتا ہے۔ حقیقی طور پر دلیر وہ ہوتا ہے جو حق کے قبول کرنے میں کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہ ڈرے۔ پس اگر تم واقعی طور پر دلیر اور بہادر ہو تو کسی اور شخص کی پروا نہ کرو خواہ وہ تمھاری قوم میں عزت رکھتا ہے اور باوا صاحب کی حقیقی تعلیم کو تلاش کرکے اُسپر کاربند ہو۔ اور باوا صاحب سے بڑھ کر اپنے کسی لیڈر کو مرتبہ نہ دو۔ جس راہ کی طرف باوا صاحب تمھیں لے جانا چاہتے ہیں اُس راہ پر قدم مارو۔ دنیا میں کئی انقلاب آتے ہیں اور اصلی تعلیم پر زمانہ کے حالات کئی پردے چڑھا دیتے ہیں اور اصلی تعلیم نظروں سے چھپ جاتی ہے۔ مگر خوش قسمتی سے تمھارے پاس ابھی کافی ذخیرہ حق معلوم کرنیکا موجود ہے تمھیں چاہیئے کہ ایک زبردست ہاتھ کے ساتھ ان تمام پردوں کو اکھیڑ کر دور پھینکدو

اور دیکھو کہ اندر سے باوا صاحب کی اصلی تعلیم کیسے چمکتے ہوئے چہرہ کے ساتھ نمودار ہوتی ہے باوا صاحب کی تعلیم کی ٹھیک مثال چولہ صاحب ہے جسطرح اس مقدس چولہ پر کئی غلاف چڑھ گئے ہیں یہانتک کہ ان غلافوں کے ایک انبار کے نیچے وہ اصلی نقوش چھپ گئے ایسا ہی باوا صاحب کی تعلیم کے چولہ پر پیچھے آنیوالوں نے کئی پردے ڈالدیئے ہیں تمھیں چاہیئے کہ ایک مدقق کی طرح ان پردوں کو اُٹھا دو اور جو نقش ان پردوں کے ہٹانے کے بعد ظاہر ہوں اُن پر قدم مارو۔ خوش قسمتی سے اس زمانہ کے ایک مصلح نے جو دنیا کی سب قوموں کے لئے ایک رحمت ہوکر آیا اُس نے اپنے فیض سے تمھیں بھی حصہ دیا ہے۔ تم اُس کے پڑوسی تھے اور اُس نے پڑوس کا حق ادا کیا ہے اور جیسا اُس نے دوسری قوموں کو اُنکی غلطیوں سے آگاہ کیا اور جو بات حق تھی وہ ہر ایک کے آگے پیش کی۔ ایسا ہی تمھارے لئے بھی وہ رحمت ہوکر آیا اور اُس نے اصل امر جو زمانہ کی تاریکیوں کی وجہ سے تمھاری آنکھوں سے غائب ہوگیا تھا پھر تمھارے سامنے پیش کیا۔ اور جیسا اُس نے چولہ صاحب پر سے غلاف اُٹھا کر اصلی چولہ تمھارے سامنے پیش کیا۔ ایسا ہی باوا صاحب کی اصل تعلیم کو جو اسلام کی طرف بلاتی ہے انبار در انبار پردوں کے ڈھیر کے نیچے سے نکال کر تمھیں دکھا دیا۔ اب تمھارا اختیار ہے خواہ قبول کرو یا نہ کرو۔ اُسنے تم پر اتمام حجت کردیا۔ اب بھی اگر نہ مانوگے تو خدائے تعالیٰ کے آگے جواب دہ ہوگے اور قیامت کے دن باوا صاحب بھی آپ لوگوں سے پوچھیں گے کہ اگر تم مجھ سے محبت رکھتے تھے تو تم نے میرے نمونہ کو کیوں اختیار نہ کیا اور کیوں اُس چولہ کو نہ پہنا جو میں تمھارے لئے دنیا میں تمھاری رہنمائی کے لئے چھوڑ آیا تھا۔

دیکھو یہ شہادتیں بڑی زبردست ہیں جو تمھارے آگے پیش کیجاتی ہیں کیونکہ یہ تمھارے گھر کی شہادتیں ہیں اور ایسے لوگوں کے ہاتھوں سے پہنچی ہیں جنکو زمانہ کے حالات کی وجہ سے مسلمانوں سے عناد بھی ہوگیا تھا اور ان شہادتوں کو انہوں نے بہت کچھ چھپایا بھی ہوگا اور اپنی طرف سے بھی

اپر پردہ ڈالنے کیلئے بہت کچھ ملایا ہوگا مگر پھر بھی ساری شہادت کو چھپا نہیں سکے اور کافی ذخیرہ اس بات کا اب تمہارے ہاتھ میں ہے جسکے ذریعہ تم باوا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصل عقائد اور اعمال کا پتہ لگا سکتے ہو۔ تم میں اب بہت تعلیم یافتہ بھی ہیں اور وہ ایک محقق کی نظر سے یہ دیکھ سکتے ہیں کہ باوا صاحب کی اصلی تعلیم کیا ہے اور کیا کیا باتیں بعد میں ملائی گئیں۔ اور اگر ان شہادتوں کے برخلاف تمہیں کوئی قول ملے تو وہ قابل اعتبار نہیں کیونکہ اسلام کے معاندین نے ضرور کچھ ملایا ہوگا۔ اور حق کو باطل کے ساتھ ملانے کی کوشش کی ہوگی۔ مگر جو شہادت وہ باوا صاحب کے اسلام کے بارے میں دیتے ہیں وہ ضرور قابل اعتبار ہے کیونکہ کوئی وجہ نہیں کہ انہوں نے ایسی باتیں اپنی طرف سے بنائی ہوں جو خود انکے منشاء اور عقائد کے برخلاف تھیں۔ پس تحقیق کی نظر سے غور کرو اور جو امر ثابت شدہ ہے اسکو قبول کرکے اسپر کاربند ہو جاؤ خدائے تعالیٰ آپ صاحبوں کو حق کی طرف رہنمائی کرے اور آپ کو توفیق دے کہ آپ صاحبان تعصب اور ضد کو چھوڑ کر باوا صاحب علیہ الرحمۃ کی طرح جرأت اور دلیری سے بغیر کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کے خوف کے حق کو قبول کریں۔ قرآن شریف جس سے باوا صاحب علیہ الرحمۃ کو اسقدر محبت تھی فرماتا ہے کہ خدا کے سچے بندے وہ ہوتے ہیں جو کسی لائم کی ملامت سے نہیں ڈرتے ولا یخافون لومۃ لائم۔ واٰخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔

کتاب اظہار حق مصنفہ شیخ محمد یوسف نومسلم کی قیمت صرف ۵ ر ہے قریباً ۲۰۰ صفحہ کی کتاب ہے۔ صدر انجمن احمدیہ نے اسے محض اشاعت کلمۂ حق کی خاطر چھپوا کر شائع کیا ہے۔ اور اسکی قیمت اصل لاگت کے برابر رکھی ہے یعنی صرف ۵ ر احباب کو چاہیئے کہ انجمن کو اس کار خیر میں مدد دینے کیلئے کئی کئی کاپیاں منگوا کر سکھ صاحبان میں مفت تقسیم کریں اور اسکی بہت جلد پھیلانے کی کوشش کرکے اشاعت اسلام کے ثواب میں شریک ہوں۔

صدر انجمن احمدیہ کی ماہوار رپورٹ

الوصیت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وصیت کے چند الفاظ اور ایک نیکدل خاتون کی مثال کو پیش کرکے اپنے احباب کو وصایا کے سلسلہ کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ یہ نیکدل خاتون مخدوم و مکرم ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کی ہمشیرہ تھیں جنکا انتقال گذشتہ سے پیوستہ ماہ میں ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللھم اغفرلھا وارحمھا وعافھا واعف عنھا۔ مرحومہ اپنے بھائی کے اخلاص کے رنگ میں رنگی ہوئی تھیں اور انہوں نے ۳۰ جون سال گذشتہ کو یعنی اپنی وفات سے قریباً ایک سال پہلے یہ وصیت کی کہ انکے کل زیور کی ایک مسجد قادیان میں بنوائی جاوے مرحومہ نے قریباً تین ہزار روپے کا زیور اپنے پیچھے چھوڑا ہے جو انکے شوہر سید محمود شاہ صاحب بی اے ایل ایل ڑکانہ سندھ نے نہایت عالی ہمتی سے مرحومہ کی وصیت کی اغراض کو پورا کرنے کیلئے ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے سپرد کر دیا ہے جزاہ اللہ خیرا اور عنقریب فروخت ہو کر انجمن کے خزانہ میں جمع ہو جائیگا۔ ہم خصوصیت سے سید محمود شاہ صاحب کے بھی مشکور ہیں کہ انہوں نے اس مبارک وصیت کو پورا کرنے میں بڑی عالی حوصلگی سے کام لیا ہے۔ اور مرحومہ کے لیئے صدق دل سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی مغفرت و رضوان میں لے اور جنت الفردوس میں جگہ دے انکی وصیت کے اس حصہ کو بھی شائع کرنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ ”کل مومن میرے لیئے دعا کریں“ اور احمدی احباب سے التجا ہے کہ وہ مرحومہ کے لیئے دعائے مغفرت کریں۔

وصایا کی اوسط آمد سال گذشتہ میں اور اس سال میں ابتک قریباً دو تین یا چار وصیتیں ماہوار رہی ہے چنانچہ گذشتہ چھ ماہ میں کل بیس وصیتیں بھی نہیں آئیں۔ یہ رفتار آمد وصایا بہت ہی سست ہے اور بہت سے مخلص احباب نے ابھی اس طرف توجہ نہیں کی۔ اسلیئے میں رسالہ الوصیت سے ذیل کے اقتباس جو وصایا کے متعلق ہیں احباب

کی توجہ کیلئے دیتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں۔

"اور ایک جگہ مجھے دکھائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں تب سے ہمیشہ مجھے یہ فکر رہی کہ جماعت کے لئے ایک قطعہ زمین قبرستان کی غرض سے خریدا جائے لیکن چونکہ موقعہ کی عمدہ زمینیں بہت قیمت سے ملتی تھیں اسلئے یہ غرض مدت دراز تک معرض التوا میں رہی۔ اب اخویم مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی وفات کے بعد جبکہ میری وفات کی نسبت بھی متواتر وحی الٰہی ہوئی۔ میں نے مناسب سمجھا کہ قبرستان کا جلدی انتظام کیا جائے اسلئے میں نے اپنی ملکیت کی زمین جو ہمارے باغ کے قریب ہے جس کی قیمت ہزار روپیہ سے کم نہیں اس کام کیلئے تجویز کی اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے اور اسی کو بہشتی مقبرہ بنادے اور یہ اس جماعت کے پاکدل لوگوں کی خواب گاہ ہو جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کر لیا اور دنیا کی محبت چھوڑ دی اور خدا کے لیے ہوگئے اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلایا۔ آمین یارب العالمین۔

پھر میں دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر خدا اس زمین کو میری جماعت میں سے ان پاک دلوں کی قبریں بنا جو فی الواقع تیرے لئے ہو چکے اور دنیا کی اغراض کی ملونی ان کے کاروبار میں نہیں۔ آمین یارب العالمین۔

پھر میں تیسری دفعہ دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر کریم اے خدائے غفور و رحیم تو صرف ان لوگوں کو اسجگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اس فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں اور کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنی اپنے اندر نہیں رکھتے اور جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت کا ہے بجالاتے ہیں اور تیرے لئے اور تیری راہ میں اپنے دلوں میں جان فدا کر چکے ہیں جن سے تو راضی ہے اور جنکو تو جانتا ہے کہ وہ بکلی تیری محبت میں کھوئے گئے اور تیرے فرستادہ سے وفاداری اور پورے ادب اور انشراحی ایمان کے ساتھ محبت اور جانفشانی کا تعلق رکھتے ہیں۔ آمین یارب العالمین۔

اور چونکہ اس قبرستان کیلئے بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں اور نہ صرف خدا نے

یہ فرمایا کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ انزل فیھا کل رحمۃ یعنی ہر ایک قسم کی
رحمت اس قبرستان میں اتاری گئی ہے اور کسی قسم کی رحمت نہیں جو اس قبرستان والوں کو
اس سے حصہ نہیں۔ اسلئے خدا نے میرا دل اپنی وحی خفی سے اس طرف مائل کیا کہ ایسے قبرستان
کے لئے ایسے شرائط لگا دیئے جائیں کہ وہی لوگ اس میں داخل ہو سکیں جو اپنے صدق
اور کامل راستبازی کی وجہ سے ان شرائط کے پابند ہوں سو وہ تین شرطیں ہیں۔ اور
سب کو بجا لانا ہوگا۔ (۱) اس قبرستان کی زمین موجودہ بطور چندہ کے میں نے اپنی طرف سے
دی ہے لیکن اس احاطہ کی تکمیل کیلئے کسی قدر اور زمین خریدی جائیگی جس کی قیمت
اندازاً ہزار روپیہ ہوگی اور اسکے خوشنما کرنے کیلئے کچھ درخت لگائے جائینگے اور ایک
کنواں لگایا جائیگا اور اس قبرستان سے شمالی طرف بہت پانی ٹھہرا رہتا ہے جو گذرگاہ ہے
اسلئے وہاں ایک پُل طیار کیا جائیگا اور ان متفرق مصارف کیلئے دو ہزار روپیہ درکار ہوگا
سو کل تین ہزار روپیہ ہوا جو اس تمام کام کی تکمیل کیلئے خرچ ہوگا۔ سو پہلی شرط یہ ہے
کہ ہر ایک شخص جو اس قبرستان میں مدفون ہونا چاہتا ہے وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے ان
مصارف کیلئے چندہ داخل کرے۔ اور یہ چندہ محض انہیں لوگوں سے طلب کیا گیا ہے
نہ دوسروں سے۔ بالفعل یہ چندہ اخویم مکرم مولوی نورالدین صاحب کے پاس آنا چاہیئے
لیکن اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو یہ سلسلہ ہم سب کی موت کے بعد بھی جاری رہیگا۔ اس صورت
میں ایک انجمن چاہیئے کہ ایسی آمدنی کا روپیہ جو وقتاً فوقتاً جمع ہوتا رہیگا۔ اعلاء کلمۂ اسلام
اور اشاعت توحید میں جس طرح مناسب سمجھیں خرچ کریں۔ (۲) دوسری شرط یہ ہے
کہ تمام جماعت میں سے اس قبرستان میں وہی مدفون ہوگا جو یہ وصیت کرے جو اسکی
موت کے بعد دسواں حصہ اسکے تمام ترکہ کا حسب ہدایت اس سلسلہ کے اشاعت اسلام
اور تبلیغ احکام قرآن میں خرچ ہوگا۔ اور ہر ایک صادق کامل الایمان کو اختیار ہوگا کہ
اپنی وصیت میں اس سے بھی زیادہ لکھدے۔ لیکن اس سے کم نہیں ہوگا۔ اور یہ
مالی آمدنی ایک بادیانت اور اہل علم انجمن کے سپرد رہیگی اور وہ باہمی مشورہ سے ترقی اسلام
اور اشاعت علم قرآن و کتب دینیہ اور اس سلسلہ کے واعظوں کے لئے حسب ہدایت

مذکورہ بالا خرچ کرینگے ۔ اور خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس سلسلہ کو ترقی دیگا اسلئے امید کی جاتی ہے کہ اشاعت اسلام کیلئے ایسے مال بھی بہت اکٹھے ہوجائیں گے اور ہر ایک امر جو مصالح اشاعت اسلام میں داخل ہے جس کی اب تفصیل کرنا قبل از وقت ہے، وہ تمام امور ان اموال سے انجام پذیر ہونگے اور جب ایک گروہ جو متکفل اس کام کا ہے فوت ہوجائیگا تو وہ جو انکے جانشین ہونگے انکا بھی یہی فرض ہوگا کہ ان تمام خدمات کو حسب ہدایت سلسلہ احمدیہ بجالاویں ان اموال میں سے ان یتیموں اور مسکینوں کا بھی حق ہوگا جو کافی طور پر وجوہ معاش نہیں رکھتے اور سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں ۔ اور جائز ہوگا کہ ان اموال کو بطور تجارت کے ترقی دیجائے ۔ یہ مت خیال کرو کہ یہ صرف دور از قیاس باتیں ہیں ۔ بلکہ یہ اس قادر کا ارادہ ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے ۔ مجھے اس بات کا غم نہیں کہ یہ اموال جمع کیونکر ہونگے اور ایسی جماعت کیونکر پیدا ہوگی جو ایمانداری کے جوش سے یہ مردانہ کام دکھلائے بلکہ مجھے یہ فکر ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعد وہ لوگ جنکے سپرد ایسے مال کیئے جائیں وہ کثرت مال کو دیکھکر ٹھوکر نہ کھاویں اور دنیا سے پیار نہ کریں ۔ سو میں دعا کرتا ہوں کہ ایسے امین ہمیشہ اس سلسلہ کو ہاتھ آتے رہیں جو خدا کے لیئے کام کریں ہاں جائز ہوگا کہ جنکا کچھ گذارہ نہ ہو انکو بطور مدد خرچ اسمیں سے دیا جائے ۔ (۳) تیسری شرط یہ ہے کہ اس قبرستان میں دفن ہونیوالا متقی ہو اور محرمات سے پرہیز کرتا اور کوئی شرک اور بدعت کا کام نہ کرتا ہو سچا اور صاف مسلمان ہو ۔ (۴) ہر ایک صالح جو اسکی کوئی بھی جائداد نہیں اور کوئی مالی خدمت نہیں کرسکتا اگر یہ ثابت ہو کہ وہ دین کے لیئے اپنی زندگی وقف رکھتا تھا اور صالح تھا تو وہ اس قبرستان میں دفن ہوسکتا ہے ۔"

"ممکن ہے کہ بعض آدمی جنپر بدگمانی کا مادہ غالب ہے وہ ہمیں اس کارروائی میں اعتراضوں کا نشانہ بناویں اور اس انتظام کو اغراض نفسانیہ پر مبنی سمجھیں یا اسکو بدعت قرار دیں ۔ لیکن یاد رہے کہ یہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ۔ بلاشبہ اس نے ارادہ کیا ہے کہ اس انتظام سے منافق اور مومن میں تمیز کرے اور ہم خود محسوس کرتے ہیں کہ جو لوگ اس الٰہی انتظام پر اطلاع پاکر بلاتوقف اس فکر میں پڑتے ہیں کہ دسواں حصہ کل جائداد کا خدا کی راہ میں دیں بلکہ اس سے بھی زیادہ اپنا جوش دکھلاتے ہیں وہ اپنی ایمانداری پر مہر لگا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ الٓمّٓ ۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون ۔ کیا لوگ

گمان کرتے ہیں کہ میں اسی قدر پر راضی ہو جاؤں کہ وہ کہدیں کہ ہم ایمان لائے اور ابھی اُنکا امتحان نہ کیا جائے اور یہ امتحان
تو کچھ بھی چیز نہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کا امتحان جانوں کے مطالبہ پر کیا گیا اور انہوں نے اپنے سر خدا کی راہ میں دیئے
پھر ایسا گمان کہ کیوں یونہی عام اجازت ہر ایک کو نہ دیجائے کہ وہ اس قبرستان میں دفن کیا جائے۔ کس قدر دور از حقیقت ہے
اگر یہی روا ہو تو خدا تعالیٰ نے ہر ایک زمانہ میں امتحان کی کیوں بنا ڈالی وہ ہر ایک زمانہ میں چاہتا رہا ہے کہ خبیث
اور طیب میں فرق کرکے دکھلاوے اسلئے اُسنے اب بھی ایسا ہی کیا۔ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ
میں بعض خفیف خفیف امتحان بھی رکھے ہوئے تھے جیسا کہ یہ بھی دستور تھا کہ کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے کسی قسم کا مشورہ نہ لے جبتک پہلے نذرانہ داخل نہ کرے پس اسمیں بھی منافقوں کے لئے ابتلا تھا۔ ہم خود محسوس
کرتے ہیں کہ اسوقت کے امتحان سے بھی اعلیٰ درجہ کے مخلص جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کیا ہے دوسرے
لوگوں سے ممتاز ہو جائینگے۔ اور ثابت ہو جائیگا کہ بیعت کا اقرار اُنہوں نے سچا کرکے دکھلا دیا اور اپنا صدق ظاہر
کر دیا۔ بیشک یہ انتظام منافقوں پر بہت گراں گذریگا اور اس سے اُنکی پردہ دری ہوگی اور بعد موت وہ
مرد ہوں یا عورت اس قبرستان میں ہرگز دفن نہیں ہو سکیں گے۔ فی قلوبهم مرض فزادهم الله مرضا۔
لیکن اس کام میں سبقت دکھلانیوالے راستبازوں میں شمار کئے جائینگے۔ اور ابد تک خدا کی اُن پر رحمتیں ہونگی۔

بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ بلاؤں کے دن نزدیک ہیں اور ایک سخت زلزلہ جو زمین کو تہ و بالا کر دیگا قریب ہے پس وہ
جو معائنہ عذاب سے پہلے اپنا تارک الدنیا ہونا ثابت کر دینگے اور نیز یہ بھی ثابت کرینگے کہ کس طرح انہوں نے میرے حکم
کی تعمیل کی۔ خدا کے نزدیک حقیقی مومن وہی ہیں اور اسکے دفتر میں سابقین اولین میں لکھے جائینگے۔ اور
میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ زمانہ قریب ہے کہ ایک منافق جس نے دنیا سے محبت کرکے اس حکم کو ٹال دیا ہے وہ عذاب کے
وقت آہ مار کر کہیگا کہ کاش میں تمام جائداد کیا منقولہ اور کیا غیر منقولہ خدا کی راہ میں دیدیتا اور اس عذاب سے
بچ جاتا۔ یاد رکھو کہ اس عذاب کے معائنہ کے بعد ایمان بے سود ہوگا اور صدقہ خیرات محض عبث۔ دیکھو میں بہت
قریب عذاب کی تمہیں اطلاع دیتا ہوں اپنے لئے وہ زاد جلد تر جمع کرو کہ کام آوے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ تم سے
کوئی مال لوں اور اپنے قبضہ میں کر لوں بلکہ تم اشاعت دین کیلئے ایک انجمن کے حوالہ اپنا مال کرو گے اور
بہشتی زندگی پاؤ گے۔ بہتیرے ایسے ہیں کہ وہ دنیا سے محبت کرکے میرے حکم کو ٹال دینگے مگر بہت جلد دنیا سے جدا
کئے جائینگے تب آخری وقت میں کہیں گے هذا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون۔ والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ

الراقم۔ میرزا غلام احمد خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود۔ ۶ جنوری ۱۹۰۶ء

ان الفاظ کو پڑھنے کے بعد احباب کو وصایا کے لکھنے اور انکی تکمیل کی طرف توجہ کرنے میں ایک لمحہ بھی سستی نہیں کرنی چاہیئے۔ بہتسے احباب نے ابتک وصایا لکھی نہیں۔ یا ایسا خیال کر رکھا ہے کہ فلاں کام ہو جائیگا تو وصیت لکھیں گے۔ حالانکہ زندگی کا اعتبار نہیں۔ بعض نے وصایا اپنے طور پر لکھ رکھی ہیں اور انکو دفتر ہذا کے سپرد نہیں کیا حالانکہ ہدایات ملکا حضرت صاحب نے صاف طور پر لکھا ہے کہ وصیت کو لکھکر انجمن کے سپرد کرنا چاہیئے بعض کو جب وصیتوں کی تکمیل کی طرف توجہ دلائی گئی تو صدہا برنخاست کا معاملہ ہوا۔ ایسی وصیت کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ بعض سے چندہ شرط اول طلب کیا گیا اور بار بار مطالبے کیئے گئے تو کچھ جواب نہ ملا۔ جس وجہ سے وہ وصایا ابھی غیر مکمل پڑی ہیں اور انپر سرٹیفکیٹ جاری نہیں ہو سکتے۔ اسطرح پر کوئی ڈیڑھ سو کے قریب وصیت دفتر انجمن میں نامکمل صورت میں پڑی ہے۔ اور اگر جلدی انکی تکمیل کی طرف توجہ نہ کی گئی تو یہ سب وصایا بھی کالعدم ہی سمجھی جاویں گی۔ اور جن لوگوں نے وصیتیں لکھکر اپنے پاس رکھ چھوڑی ہیں انکی اس کارروائی سے الوصیت کا منشا ہرگز پورا نہیں ہوتا۔ سب احباب توجہ فرماویں دینی کاموں میں ایسا تساہل گناہ ہے۔

مدرسہ۔ ۱۵۔ جولائی سے ڈیڑھ ماہ کیلیئے موسم گرما کی تعطیلوں کیوجہ سے بند ہوگا۔ اس سال ۲ مدرسین سینیر اور ایک مدرس جونیر ٹرینڈ کا امتحان پاس کرکے سکول میں آگئے ہیں اور ماسٹر محمد دین بی اے ٹریننگ کالج میں بھیجے گئے ہیں۔ ایسا ہی مدرسہ کے اساتذہ میں چودھری غلام محمد بی اے کے آنیسے سٹاف کی حالت اعلیٰ درجہ کی ہوگئی ہے۔ طلبائے مدرسہ میں بحمد اللہ خاصی ترقی ہوگئی ہے مگر جماعت کی توجہ ابھی بہت سی درکار ہے بھٹہ کا کام اخیر جون میں بند ہو گیا ہے چودہ اور پندرہ لاکھ کے درمیان اینٹ تیار ہوگئی ہے۔ مگر فنڈ قریباً پانچہزار روپے کا مقروض ہوگیا ہے چندہ تعمیر کیطرف جبتک خصوصیت سے احباب توجہ کرکے اس قرضہ کو پورا کرنیکے بعد اسیقدر رقم اور جمع نہ کردیں تعمیر کا کام بند رہیگا۔ ایڈ کیلیئے درخواست دی گئی ہے۔

یتامیٰ و مساکین کے لیئے مولوی نور احمد صاحب ساکن بہرام پور متصل بھگوا اڑہ نے کپڑا ارسال فرمائے اور احباب بھی توجہ فرماویں۔ میاں معراج الدین عمر صاحب نے اپنی کتاب براہین احمدیہ کی بہت سی جلدیں بکٹے پو میں عطا فرمائی ہیں۔ اور شیخ تیمور صاحب بی اے نے اپنے والدین کی روح کو ثواب پہنچانیکے لیئے صدقہ جاریہ کے طور پر کسی مصرف میں لانیکے لیئے پانچسو روپے کی رقم عطا فرمائی ہے۔ سید صادق حسین صاحب نے پچاس روپے ایسی ہی غرض کے لیئے دیئے جنکی ایک دیگ بنوائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب احباب کو جزائے خیر دے۔ اس مہینہ کے گوشوارہ آمد و خرچ پر احباب خاص طور سے توجہ فرماویں۔ سکرٹری